



من بنیاد این کتابت در سال ۱۳۰۴

وساچ



دنیا کے زمانہ جاہلیت میں تمام جہگڑوں قضیوں کی تین وجوہ گئے جاتے تھے
 زن - زرسزین - تمدن نے اتنا ضرور کیا کہ اُن جہگڑوں کی اہمیت کو بہت کم کر دیا
 جن کا تعلق صنعت ضعیف یا بقول حقوق طلب عورتوں کے صنف مساوی سے
 تھا۔ مگر جہگڑوں قضیوں کی متعدد وجوہ اور پیدا کرویں۔ ”چمدرو“ کے چند مضمون
 نگاروں سے بھی نہ رہا گیا اور آخرش اپنی مذہبیت کا ثبوت اس طرح سے دید پا کہ
 ”حاجی بغلول“ کو ازل سے ہستی میں لے آئے۔ اب ہم ہیں۔ اور ایک جہان سے
 حقہ پانی بند۔ موت زمیت کی شرکت ندارد۔ شاوی غنی کے تعلقات متروک۔ نہ
 کسی کو بیٹی دے سکتے ہیں نہ کسی کی لے سکتے ہیں۔ اور وجہ کیا ہے؟ صرف اتنی کہ ایک
 صاحب جن کا نام ”حاجی بلغل“ تھا۔ اور اب کثرت استعمال سے حاجی بغلول
 رہ گیا ہے۔ خواہ خواہ ہمارے ”شاہ جہاں“ آباؤں میں اگر معمولی وغیر معمولی خفیہ و
 علانیہ جلسہ کیا کرتے ہیں کبھی خط لکھ مانتے ہیں کبھی خطابات تجویز کر دیتے ہیں اور کبھی
 گشتی چٹھیوں کا مسودہ تیار کر بیٹھے ہیں۔ خیر یہ تو تہا ہی مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ آداب ہندو
 اپنے کو حاجی بغلول کیوں سمجھنے اور ہم سے ایجنے لگا۔ لیکن ہے کہ حاجی بغلول کی تخلیق کے
 وقت خلاق حاجی بغلول نے کسی سستی جاگتی تصویر کو پیش نظر رکھ کر حاجی صاحب موصوف کا
 ڈھچھرتیا کیا ہو مگر اُن کے تولد کے بعد سے یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ بقول شاعر

بنے ہوئے ہیں وہ مغل میں صورت تصویر

ہر ایک کو یہ گاہاں ہے اوہر کو دیکھتے ہیں

کم سے کم آؤ ہندوستان یہ سمجھ رہا ہے کہ اُسی کو دیکھ کر حاجی صاحب کے بنائیوں نے اُن کی صورت و سیرت گھڑی ہوگی جب حجاب کی فرمائش سے حاجی صاحب کے ملفوظات از اکتوبر تا دسمبر شائع کرے گا خیال ظاہر کیا گیا تو ہم نے احتیاطاً یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ صاحب موصوف کی ایک تصویر بھی شائع کرویشے تاکہ کسی کو آئندہ شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ افسوس ہے کہ مصنف صاحب اس وقت اسٹسر میں ہمارے جنگی مصور کی حیثیت سے رونی افروز ہیں۔ اور حاجی صاحب کا خاکہ تیار کرنے اور اڑانے سے معذور ہیں مگر ہم نے اپنے ایک ندم خاص سے جو صبح شام کرانا کاتین کی طرح ہمارے ساتھ لگے رہتے ہیں اور محکمہ سیاسی سے مدد معلوم کے تحت میں ایک مستقل وثیقہ بھی پاتے ہیں ذیل کا حلیہ تیار کر دیا ہے جس سے کسی کو حاجی صاحب کے پہچانے میں ذرا بھی تال نہ ہوگا۔ چونکہ یہ صاحب علیہ نویسی میں فرو ہیں۔ اسلئے ہم یقین ہے کہ اب کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے گا۔

حلیہ یہ ہے

ایک سر۔ دو آنکھیں۔ ایک ناک۔ دو کان۔ ایک منہ۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں اور باقی اعضا جیسے ہمارے اور آپ کے۔ اس کے بعد اگر اس حلیہ کا آدمی آپ کو کہیں نظر آئے اور آپ کیا نام کہ ملفوظات بظاہر کا کچھ حصہ سنا کر اُس سے خطوط ہونے کا از قسم تمجید منہی و شتمنا و تہقیر غرضیکہ کسی قسم کا اظہار کریں اور کوئی صاحب فوراً رفع یدین کر کے آپ کی فرق مبارک پر از قسم و ہول و وہب و طیانچہ و لطمہ و سیلی و تہیڑ و لپڑ و ٹیپ و چپٹ چنٹ و کپٹ غرضیکہ کچھ بھی رسید کر بیٹھیں۔ تو سمجھ لیجئے کہ وہی حاجی بظہول ہیں۔ اس سے زیادہ آسان طریقہ شناخت اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب چاہے آزمایئے۔

مولف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتخابِ تجاہلِ عامیانہ

حاجی صاحب کی پہلی تحریک

تجاہل، جہالت، بے وقوفی، بے خبری، بیوشی یا سنی سادہ لوحی جو کچھ کہو، انسان کی اولین فطرت اور بہترین تغائے انسانیت ہے۔ کیا معنی کہ سب سے پہلا خطاب جو خلعت انسانی کے ساتھ اُسے عطا ہوا وہ "ظلم" اور "جہول" کا تھا لہذا اگر یہ صفت ضروری کسی وقت بھی اُس کے منفعک ہو جائے تو وہ درجہ انسانیت سے بے تحاشہ گر پڑتا ہے اور تا وقتیکہ اپنی جہالت کا صدق دل سے اقرار نہ کرے دوبارہ جسم نامی متحرک بالارا وہ مستقیم القامتہ مارش علی قدمیہ صاف بالماقمۃ کاتب بالقوی کا اطلاق اُس پر صادق نہیں آسکتا۔ بنابریں حالات ہمہ ملاخوف تر ہے مدعی ہیں (اور تمام دنیا کو مدعا علیہ تسلیم کروانے میں) مدعا علیہ تسلیم ہونہ کوئی قرائن میں پایا کہ ہماری آنجن تجاہلِ عامیانہ اس وقت سے قائم ہے جب کہ عالم علوی و سفلی کے درمیان کوئی حجاب حائل نہ تھا اور اس خاکدانِ مختصر میں سے اول اول شکل بیہ لانی اختیار کی تھی۔

یہ انجن اُس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم نے شیطان کے چکسے میں آکر شجر ممنوع کچل کھایا تھا اور جہالت کے صلہ میں چھ کروڑ ستر لاکھ میل مربع زمین بلا مشرت غیب کے وداخلت اصرے پشتہا پشت کیسے دایمی معافی پائی تھی۔ اس انجن کا وجود اُس وقت بھی تھا جبکہ حکمائے یونان نے ثابت کیا تھا کہ آسمان نویں اور باد جو اس کے کمانھ آسمان منبر سے شرق کو گردش کرتے ہیں فلک اطلس سب کو گھسیٹ کر الٹی گھا دیتا ہے اور ناک پکڑ کر پورے پچھم کو چا کر دے دیتا ہے اور اُس وقت بھی تھا جب نیوٹن زمین پر سیب کے گرنے سے گھبرا گیا اور ڈارون نے ممالک انمان بڑھ رہے۔ غرض کہ ہماری انجن روز ازل سے بکینہ قائم ہے اور جب تک انسانی مسکن یعنی پیشی کا ڈھیسلا جس کا سیدھا سودا عام فہم نقصان نام تو وہ غیب سے غاسق ہے اور جب علمی مہلح میں نہیں کتے ہیں۔ سوچ کے گردش و عشق کرتا رہے گا یا آفتاب اپنے مستقر کی تلاش میں سرگردان پریشان کٹی عقد پر دیں او کبھی "مستراق" کی طرف دوڑنا پھرے گا اور خواہ اپنی منزل گاہ کے پانی میں کھا مینا سب ہر یا نہ ہو انسانی جہالت میں کوئی فرق نہیں آئے گا انشا اللہ تعالیٰ اور ہماری انجن بھی قائم رہے گی یوں تو ہم صغیر بجنیں مثلاً جس مرکب "علیگڑھ میں" اور "گپ" کام میں "غرضکے غرض" اکناف عالم میں پھیلی ہوئی تھیں، لیکن خاص وجوہ سے اُس کی کارروائیاں اصول مذہب کے مخالف اب تک صبیغہ راز میں رکھی جاتی تھیں اور عوام الناس کو اُس کے اغراض و مقاصد کا علم نہ تھا۔ اب چونکہ حاققت گاہ دنیا بڑے بڑے لوگوں سے خالی ہونے لگی ہے اور عام طبیعتوں نے کارخانہ عالم کے مخفی غامات کو نفرت سے دیکھنا کم کر دیا، لہذا یہ اتفاق جہوریہ طے کر لیا گیا کہ انجن اپنے خیالات اور آراء سے جہر تاہر جذبات عقلیہ پر مبنی ہیں لوگوں کو آگاہ کرے۔ خدا کی مخلوق کو سیدھے راستے پر چلنا سکھائے اور بھٹکی ہوئی پیڑوں کو بلاتال پکڑ پکڑ گئے میں داخل کرنا شروع کر دے یہ کہنی کہ ہر چھوٹے بڑے، انپے بوڑھے، پیر سر قوت، جوان صالح اور جملہ اقوام عالم مثلاً ہندو مسلمان، عیسائی، انگریز، دھوبی، خانہ مان، بیڑا، بنگلی، بھٹی اور ان لوگوں کو جو بڑے بڑے عہدوں پر ہوں مثلاً کھٹک، کشن، لاٹ گورنر، تحصیل کے چیر ہی تک کو بلا فیس مقول مشورہ دے اور لوگوں

کو صنعت و حرفت کا بھی شوق دلائے اور تجارت و زراعت کی ترقی پر خوب غور کرے اور یہ بتائے کہ لوگ خان بہادر کیسے بنتے ہیں اور شملہ پر ڈیویشن کیسے لے جایا جاتا ہے اور جو کوئی پیش پائے گا مسئلہ پیش آئے اس پر بلا تھک صلاح دے اور تمام معاملات ملکی و مالی و اندرونی و بیرونی و اقتصادی و سیاسی و اقوال و مزید و دیگرے و ستر ایک کو تھوٹھ و لارڈ مارنی و گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل و چیمبرس میں سم و ٹانکہ صاحبان بہادر اور جتنے ملک کے حاکم ہیں سب کے متعلق اپنی جگہ رائے محفوظ رکھے بلکہ ضرورت ہو تو قبل از وقت شائع کر دے +

پس اس حالت میں ہم کو یقین ہے کہ ملک اور قوم اور ہماری نیک ول گورنمنٹ و لیجسلیٹو کونسل بلکہ کونسل آف انڈیا اور سکرٹری آف اسٹیٹ اور سر تھیوڈور مائین جوساٹن میں علی گڑھ کالج کے پرنسپل تھے اور انڈین نیشنل کانگریس اور لندن مسلم لیگ و ناکارٹی چابی سمیٹا اور تمام لیڈران قوم اور وہ لوگ جن کو لاٹ صاحب نے منع کیا ہے کہ دور بیٹھ کر ملک میں شورش نہ پھیلا دیں ہر ملک رہر طبقہ کی ہماری رباؤں پر غور کریں گے اور ممکن ہو تو عمل بھی کریں ورنہ وہ جاہلین ان کا کام جانے کسی شاعر نے کہا ہے +

زسعدی ہمیں یک سخن یا دوار

کہ دنیا بود ویرنا پایدار

عاجی بلغم علی المکنی بہ ابی الفحول الشہید

عاجی بخاول ربوا و معروف

حجازی - ہندی - شمس المکتوبی - وارہ حال دہلی کوچہ چیلان جہان خان

مرحوم آپ حیات میں رہتے تھے

دہلی میں پہلا احلیہ

آج بتایئے، ۲۰ ماہ متبصرہ شنبہ بوقت . انجے دن بر ساعت میخ اندر مکان وقفہ
کو چھپلاں من مضافات شاہجہان آباد (جس نیا شہر تعمیر ہو جائے گا تو حاج آباو کہیں گے
بالکل پرانے ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے یکھدو و وازدو درجہ و ہیروہ و قیقہ عرض البلد و
دہشت درجہ و یازدو و قیقہ طول البلد (ماخوذ از غیاث اللغات مصنفہ ملا غیاث الدین صاحب
رام پوری جہاں شوکت علی صاحب وغیرہ رہتے ہیں) ملک ہندوستان اقلیم سوم بر اعظم
ایشیا نصف کرہ شرقی قودہ غنیمت، حاسق سیارہ سوم منجلہ نظام شمسی (امید ہے کہ ناظرین کو
مکان کا صحیح پتہ معلوم ہو گیا ہوگا) غیر معمولی جلبہ بخین مذکور زیر صدارت جناب صدر بخین صاحب
یعنی حاجی بلخ لعل صاحب الکنی بابی الفول والشہیرہ حاجی فخری بعد و و پھر منعقد ہوا (اس لئے
کہ دو گھنٹے ممبروں کی انتظار میں گزر گئے) جناب حاجی صاحب قیامہ موصوف الصد رنے مضمون
نوشتہ خاص بہ عنوان ضرورت اجراءے اخبار پڑھ کر سنایا جو یکجہہ بہ ایسکے جناب صدر بلے
تشہیر و اشتہار بذریعہ اخبار پھر و عرف کامریو وغیرہ بھیجا جاتا ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب ضرور
چھاپے کا ورنہ شکایت رہے گی +

وهو هذا

کیا نام کہ سب لوگوں کا اخبار ضبط ہو گیا۔ ملک میں بڑی کھلی بچی ہوئی ہے۔ لوگوں کو اخبار پڑھنے کو نہیں ملتا لہذا ہم خود اپنا ایک اخبار نکالیں گے جس میں تمام معاملات ماضی و مستقبل بیان کئے جائیں گے اور لوگوں کو بارہ بارہ چوبیس سال قبل و مابعد کے تمام واقعات روزِ بتائے جائیں گے بلکہ ممکن ہو تو ایک روز قبل چھاپ دیئے جائیں گے جس طرح کیا نام کہ بڑے اخبارِ ولایت، المآب، لندن، لاہور، جرمنی اور پیرس و دہلی امریکہ و جاپان و قسطنطنیہ

وغیرہیں چھپتے ہیں اور روز بروز کی خبر نہیں چھاپی جائے گی اس لئے کہ تمام حکام ضلع و مینٹ
پالیمینٹ و چوکیار ان پولیس و محرران و فرمر جیڑی و صیفہ مال و ہرڈ آف ریونیو و محکامات
نہرو آبپاشی و گنگ برار و گنگ شکست و جلد قانون گو یان حلقہ و پٹواریان دیتھی کہ الٹا باد
کے لاٹ صاحب جواب ہماز پر ولایت چلے جا رہے ہوں گے کہتے تھے کہ اس سے ملک میں
شورش پھیلتی ہے۔ پھر ہا بھی اخبار ضبط ہو جائے گا تو کوئی کیا کر لے گا۔ اور اس اخبار کے
ذریعہ سے دور بیٹھ کر شورش نہیں مچائی جائے گی بلکہ ممکن ہو گا تو گوکورنٹ سے تمام حقوق
بندیہ خاناؤں اور میروں کے بطور خود مانگ لئے جایا کریں گے۔ وہ آپ دیکھ لیں گی۔
پھر اخباروں میں لکھنے پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی اور اگر نہ دے گی تو ہم لوگ صبر
کریں گے اس لئے کہ صبر کب بڑے درجے میں جس کے معاوضے میں بہت سی پیسے میٹھے پھیلانے
قسم انگور وغیرہ بعد کو دستیاب ہوتے ہیں بقول شاعر۔

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارو

اور ممکن ہوا تو جملہ حقوق اکٹھے خطاب کی صورت میں لے لیں گے، اس لئے کہ اس میں
سرکار کا کوئی نقصان نہیں اور نہ ہمارا ہی کوئی فائدہ ہے بلکہ ایک طرح سے فریقین کے مفید
مطلب بھی ہے لیکن اس میں پبلک کو ہم سے بدگمان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے
کہ خطاب لے کر ہم کچھ اپنے گھر میں تھوڑا ہی رکھ لیتے ہیں خطاب تو لوگوں ہی کی زبان پر ہوتا ہے
پھر اس میں خطاب پانے والے کا کیا تصور، جو لوگ اس کو رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر تحقیق
جب ہمارا اپنا اخبار جاری ہو گا تو خوب دل کھول کر کریں گے اور لوگوں کو سمجھائیں گے کہ
خان بہادروں کو برا نہ کہیں بلکہ ممکن ہو تو تعریف کریں اس لئے کہ صاحب لوگ ان سے
خوش رہتے ہیں اور اپنے ساتھ میز و کرسی وغیرہ پر بٹھلاتے ہیں اور کھانا بھی کھلاتے ہیں
جس کو انگریزی میں ڈنر کہتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ وفاداری بہت عمدہ چیز چنانچہ اکثر
بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ:-

ہو رہے دفائی مرثت نناں

میا موزکر دار زشت نناں

لہذا ہر ایک کو چاہئے کہ وفادار بننے کی کوشش کرے اور نہ بن سکے تو لایل سلم سیوی
بہیسی کامیر ہو جائے اس لیے وفاداری کو انگریزی میں لکھتے ہیں لائیلی جس سے نقطہ لائل نکلا ہے
اور لائین بھی یہ قاعدہ صرف ونچو اسی سے مشتق ہے اس لئے کہ روشنی بہت صاف ہوتی
ہے اور آخری سے گل بھی نہیں ہوتی پھر پائیس بھی اس کی تعریف کر دے گا اور :۔ ہر کار بھی
نہیں پوچھے گی کہ ذل تم کیوں وفادار نہیں بننا ؟

اور ایک بات اور ہم اپنے اخبار میں بیان کریں گے یعنی ہندو مسلمانوں کو مل جانا چاہئے
اور لوگوں کو ولایت دوڑ دوڑ کر نہیں جانا چاہئے اس لئے کہ جو کوئی صاحب لوگ ان کے
بعد ولایت جانے والے ہوتے ہیں وہ بڑا مانتے ہیں بلکہ گھبرا جاتے ہیں اور لوگوں کا
اخبار ضبط کر لیتے ہیں لیکن اس میں اخبار والوں کی کوئی خطا نہیں ہے بلکہ حاکم لوگوں
کی سمجھ کا پھیر ہے۔ تھوڑے دنوں میں آپ سمجھ جائیں گے پھر کسی کا مضمون نہیں چھپینگے
اور نہ کہنو اشدا کبر وغیرہ کو ضبط کریں گے۔ اس وقت ہم بھی اپنا اخبار نکالیں گے۔ پھر خوب
تکلف ہو گا +

راقم حاجی بخلول جن کو لوگ حاجی بلع العالی بھی کہتے ہیں۔ مقام کو چھ چٹاں سے ہور
پیس کے لئے نکھلم خاص، اگر کسی دعوے کنندہ کیا نام کہ باطل گرد +

مکرر آئندہ اخبار مذکور جو ہم نکالنے والے ہیں اس کے مدیر رسول اور محرر خصوصی بھی
ہم ہی ہوں گے بلکہ اگر ممکن ہو تو مراسلات وغیرہ بھی لکھی جائیں گے اور شائع بھی ہم ہی کریں گے
کیا معنی کہ ایڈیٹری وغیرہ کے تمام فرایض اور ذمہ داریاں لینے کو تیار ہیں لوگ ہمارا اخبار ضرور
دیکھیں۔ فقط بند حاجی بخلول حجازی ہندی شرم الکھنوی دارو حال دہلی +

والسلام

خفیہ جلسہ کا اعلان

کیا نام کہ کان پور میں واقعہ ٹانکہ ہو گیا جس کی وجہ سے حاکم لوگ مسلمانوں سے ہمت
 خفا ہیں پس اس لئے ہم ایک خفیہ جلسہ کرنے والے ہیں جس میں بڑے بڑے والیان ملک
 اسسٹنٹ ایڈیٹران بعض اخبارات * * * * * و چند تعلقہ داران امداد و
 خطاب یا مکان سرکار کبھی بہادر و چودھریان محلہ و حاجیان و نوابان صوبجات متحدہ آگرہ اور
 و ممبران کونسل حضرات صاحب بہادر جو کیا نام کہ اس جانب کی رائے سے متفق ہیں
 کئے جائیں گے، اور مسلمانوں کی تمت کا فیصلہ از سر نو کیا جائے گا اور مکن ہو تو جو لوگ
 ولایت جایا کرتے ہیں ان کی مخالفت بھی کی جائے گی، اور کان پور کی مسجد کا حصہ منہ
 یعنی وہ حصہ جو سرکار نے گرا دیا ہے اور جس کے لئے لوگ ایک بیٹیشن کرتے ہیں جس کو ہماری زبان
 میں شورش کہتے ہیں سرکار سے واپس لے کر پھر اس کو دہریں گے، اور کیا نام کہ اس کے
 معاوضہ میں ہر چار طرف ایک وسیع حصہ زمین کا مع چند خطابات کے حاصل کیا جائے گا
 اور ایک فوشنا اور عالیشان مسجد کیا نام کہ سینٹ پال کے گرجا کے نمونے کی تعمیر کی جائے گی
 جس کے نیچے لوگ راستہ چلیں گے اور پچ کے حصہ میں مسلمان ناز پڑھیں گے اور دھیت
 پر سے اگر مکن ہو تو ٹریم گاڑی کی مرکب بھی نکالی جائے گی جس کو دیکھ لوگ تعجب کریں گے
 اور کیا عجیب کہ اللہ سیاسی بھی خوش ہو جائیں لیکن کیا نام کہ یہ تمام کارروائی خفیہ کی جائے گی
 اور کسی ادیب ناشناس زبان کے مڑے آوازی پسند ملک میں شورش پھیلانے والے
 یا ان لوگوں کو جنہوں نے کان پور کے لئے چندہ جمع کیا ہے یا دہل کے ملازموں کی پیری
 کی سہ یا اخبار ہمد و وغیرہ میں مضمون لکھتے ہیں مجاز نہیں ہو گا کہ ہمارے درمیان میں
 دخل دے یا کسی قسم کا اعتراض مقول یا نامقول از قسم و لائل قانونی و حجت جنگالہ و ہر

سلم یا ثبوت دعوے بہ ابطال نقیض یا اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی حیاتیہ صراحۃً اشارتاً کنایتاً
استعارتاً تلخیصاً تقدیراً یا کسی اور اہل دوزبراً طریقہ پر پیش کرے ورنہ کیا نام کہ ہم بندہ حاجی
بغلول بشرط اسکان مع جناب صدر انجن کے جلسہ چھوڑ کر جدھر سینک سہائے گی چلے جائیں گے
اور شلہ و نینی تال و کوہ ہالیہ و بندھیہ چل و دار جنگ و ماؤنٹ ابو مغزی و مشرقی گھاٹ
و کوہ آدم و ست پرا و غیرہ پر جہاں جہاں صاحب لوگ گرمیوں کے موسم میں ہوا کھانے
جاتے ہیں یا ہوٹل وغیرہ کرایہ پر لے کر رہتے ہیں جا کر مسلمانوں کی شکایت کر دیں گے
پھر ہمارے اوپر کسی قسم کا الزام نہیں اس لئے کہ کیا نام کہ ہم حاجی ہیں اور تمام مقبض
مقامات کی زیارت کر آئے ہیں اور بابو و کوٹ و تیلون و مہیٹ و غیرہ کے اس کے
اندر ایک حج کیا ہوا جسم رکھتے ہیں پس ہم کو مسجد کے معاملہ میں ہر قسم کی رائے رکھنے
کا حق حاصل ہے اور ہم مولویوں کے فتوے کے خلاف بھی کر سکتے ہیں بلکہ کیا نام کہ
ہمارے پاس ایسے ایسے مولوی بھی موجود ہیں جن کی معرفت ہم مسجد گروا بھی سکتے ہیں۔
ضروری جان کر گزارش کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

راقم نام بندہ حاجی بغلول محرم جلسہ خفیہ واقع شہر ممبئی
مکرانکرا اگر کسی خفیہ نامہ نگار نے ہمارے خلاف کچھ لکھا تو ہم اسے لپیٹا اخبار
وغیرہ کی معرفت ڈٹوائیں گے اور جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے پھر ہم ذمہ دار
نہیں ہوں گے +

بندہ حاجی بغلول از مقام دہلی محلہ کوچہ چیلان
جائے کامریٹ وغیرہ چھپتا ہے۔

انجن تخیل عالمینا

کا

غیر معمولی جالبہ

— + —

حاجی صاحب کی تقریر

کیا نام کہ بڑا بھاری سرقہ ہو گیا۔ اور اگر سرقہ نہیں تو الہام ہو گیا۔ مگر چونکہ ہم اسے قابل نہیں کہ انگریزی لکھنے پڑھنے والوں کو الہام ہوتا ہے۔ اس لیے منطق کے دور سے سرقہ ہی ہوا۔ کیا معنی کہ ہم نے اپنے "خیال" میں یہ طے کر لیا تھا کہ آجکل جب بہ بڑے جیسے دور ہے میں چنانچہ بریلی میں جہاں کی میزکرسپاں اور مولوی ابو الکلام صاحب مشہور ہیں۔ اصفہانی میں جہاں صاحب کا سا فرخانہ اسلام لائل ایسوسی ایشن قائم ہے۔ اور لندن میں جہاں مفتی وزیر من اودیشی مولوی احمد مسندار کے مدیر مسئول گئے ہوئے ہیں۔ اور دہلی میں جہاں ہمیشہ سے موجود تھے جن کی خالق باری مشہور ہے۔ اور ایڈنبرا میں جہاں بہت سے مسلمان شاگرد رہے ہیں۔ اور پٹنہ میں جہاں مولوی محمد بخش خاں مرحوم کتابیں چھاپتے یا جمع کرتے تھے۔ اصفہانیوں میں جہاں کے پیرے اور طاعبد القاد مشہور ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقت میں اکبر بادشاہ کی سچو مکی ہے اور لکھنؤ میں جہاں کی چنگی نے ایک دفعہ کہا ہوں: بیسے نا بخش کہتے ہیں: لگانا تجویز تھا۔ اور کلکتہ میں جہاں مولوی شبلی کی نظم ضبط ہو گئی یا بے دلی تھی۔ جیسے ہوئے اور گورکھپور میں بھی ہوئے اور ہر وہ ہے جن میں لوگ تقریریں کرتے ہیں اور جو اخبارات میں چھاپی جاتی ہیں۔ اور بعض نقشبندی قواسمی بھی چھپتی ہیں جنکا ایک فقرہ کہ ایک حرف بے کبھی زبان سے انہیں نہ لگایا تھا۔ جب سب جگہ جیسے ہوئے اور پٹنہ میں تو کیا دیکھ کر ہم بھی حیرت کر رہے

پس اندریں حالات ہم نے خیال کیا کہ ہم بھی جلسہ کریں جسے انگریزی میں میٹنگ کہتے ہیں ہم پہلے کسی موقع پر کہہ چکے ہیں کہ ہم خان بہادروں اور خطابداروں کو برا نہیں کہتے نہ جبر جانتے ہیں۔ کیا معنی کہ یہ لوگ خطاب خود تقویرا ہی چھین لیتے ہیں بلکہ صاحب لوگ اپنے حکم سے دیتے ہیں جسے گزٹ کہتے ہیں۔ اور صاحب لوگ بھی مفت نہیں دیتے۔ بلکہ کسی شے کی قیمت کے معاوضہ میں دیتے ہیں۔ چاہے وہ شے وفاداری ہو یا ٹمک حلانی۔ اور چاہے ایمان ہو یا ڈالی۔ بہر حال دیتے کسی شے کی قیمت کے معاوضہ میں ہیں۔ اور ہر گاہ جو شے کسی قیمت میں خریدی جائے وہ نہ سود ہے نہ رشوت بلکہ تجارت ہے۔ اور تجارت کسی مذہب اور ملک میں بری نہیں۔ کیا معنی کہ صاحبان انگریز خود تجارت سے سلطنت پر فائز ہوئے ہیں۔ فلہذا ہم خطابداروں کو برا نہیں سمجھتے بلکہ تاجر جانتے ہیں۔ اس لیے ہمارا ارادہ تھا کہ تمام سی عیسائی "ٹیا ہی امی" خان بہادر۔ خان صاحب اور دیگر حوزہ و کلاں خطابداران زمانہ ماضی و حال و مستقبل بلکہ مضاربع و ماضی احتمالی و ماضی ثنائی تک کو مدعو کریں۔ اور ان اخباروں کے مدیرین مسئول اور محررین خصوص کو بھی دعوت دیں۔ جن کی نسبت ہمیں یقین تھا کہ ہماری دعوت کو باعث اعتبار و افتخار سمجھیں گے۔ اور ہر پہلو سے جلسے کی غواہ خواہ تعریف و توصیف اسی کریں گے اور جلسے میں اگر کچھ حسد ابھری ہوئی تو ہرگز ظاہر نہ کرینگے۔ اور نیز جلسے کے انعقاد کی خبر اپنے ناظرین اخبار کو پہلے سے نہ دیگے چاہے یہ انکا کتنا ہی اہم اسناداتی فرض کیوں نہ ہو۔ جن خطابداروں اور برست آدمیوں کو ہم بلانے والے تھے۔ ان میں سے چند چوٹی کے آدمیوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) جناب حاجی وفادار خان معتمد جو نام کے اعتبار سے ابراہیم صاحب سے بہت صلف نہیں اور جنہیں کسی برس آدمی کی فرضی و خیالی توہین پر بھی راستہ بھلے غضب آجاتا ہے کہ جلسہ عام میں آپ نے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

(۲) سابق آریبل و حال نواب حاجی جان شاد خان بدیع جو نام کے اعتبار سے ابراہیم صاحب

کے خلف صفر ہیں۔ اور مرغیوں کی سوانح عمری لکھتے اور اخباروں میں وفاداری پر مضمون چھاپتے ہیں *

(۳) مغلی نواب جن کا باوجود ”بالشر“ اور ”علما“ ہونیکے لڑائی میں ہمیشہ سرپرست اور نچا رہتا ہے *

(۴) گورنمنٹی نواب۔ جو باوجود رئیس جاگیر دار ہونیکے ”کمل پوش“ ہیں *

(۵) آذربیل خان بہادر بالشر جو پانچ مذہبوں سے سینچے ہوئے باغ و خاکا اودھ کچہرا بیوہ ہیں *

(۶) آذربیل حاجی نواب خاں جن کا سر تو سنخ ہے مگر چہرہ کسی اور رنگ کا ہے *

(۷) خان بہادر شیخ الرئیس جو اودھ کو انگریزی میں بولتے ہیں *

(۸) بالشر صاحب بن متعلق کا گریں حال مصنف کتاب طبعی جو ”ایک سطر ہی“

ہونیکے راجہ ”سر محمود آباد کو ”دم“ اور نواب وقار الملک کو چھٹلا (جسکے) ”نی چھل“ مانا یعنی بی یا انگلی میں پینے کی گول مہل چیر ہیں، بتاتے ہیں۔ حالانکہ نواب صاحب کسی سنی میں پھنسا ہوئے تھے *

جن اخباروں کے مدیرین مسئول کو ہم دعوت دینے والے تھے۔ ان کے نام ہیں :-

(۱) اخبار پول سیاہ

(۲) اخبار مزبور

(۳) اخبار و شاہ

(۴) اخبار مخالف قلم

ہم نے جلسہ کا اپنے خیال میں سب انتظام سوچ لیا تھا کہ نواب حاجی وقار خاں اور انکے رفقاء نے ہمارا خیال چڑایا۔ اور ایک دوسرے صاحب جنہیں ہم اس جلسے میں بلانے والے نہ تھے، ہماری وہ تقریر جو ہم جلسے میں کرنے والے تھے، اور جسے ہم نے اپنے دماغ میں اردو میں تصنیف بھی کر لیا تھا انگریزی میں جس پر اکڑم۔ اکتوبر کے کیا نام اخبار کا مریت میں (جسے کوچہ چیلان واقع ہندوستان سے منشی محمد علی جو دلائی میں میں چھاپ کر شائع کرتے ہیں) اگرچہ

نہیں سمجھ سکتے کہ جب منشی محمد علی "ہمدرد" کو ہر روز اور کامریٹ" کو ہر ہفتہ کوچہ چلیاں میں بھجایاتے اور شائع کرتے ہیں جیسا کہ دونوں اخباروں کے آخری صفحے کے نیچے لکھی ہوئی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ ولایت میں جسے انگریزی میں لندن کہتے ہیں کیسے موجود ہو سکتے ہیں۔
 فلہذا منشی محمد علی کوچہ چلیاں ہی میں موجود ہیں، صفحہ ۲۳۷ پر چھاپ دی۔ جن صاحبین ہماری آراء میں خیال کی ہوئی تقریر کو انگریزی میں چھاپے یا انکے نام سے پایا جاتا ہے کہ وہ ہم چوڑا کرتے اور ترقی بخایا کرتے ہیں کیا معنی کہ ہم بوق ہیں +

فلہذا ہمیں بہت افسوس ہے کہ اتنا بڑا سفر ہو گیا۔ اور جب ہم تہانے میں پٹ لکھانے گئے تو تہانے والوں نے رپٹ نہ لکھی اور مال مسرقہ کی ملکیت کا ثبوت مانگا۔ اور کہہ کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ یہ خیال پہلے تمہارے دماغ میں آیا تھا۔ ہم ثبوت نہ دے سکے۔ اس لیے نکال دینے گئے۔ +

اب ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ہم سب ممبران سپریم چنہ کر کے ایک آلہ صوت نویس اور ایک آلہ خیال نویس خریدیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آلہ صوت نویس ایجاد ہو چکا ہے جو چاندنی چوک میں بچتا ہے اور جسے انگریزی میں کیا نام کہ "فونی گراف" یا "گرامی فون" کہتے ہیں لیکن میں معلوم نہیں کہ ابھی تک آلہ خیال نویس بھی ایجاد ہو چکا ہے یا نہیں اور اسے انگریزی میں کیا کہتے ہیں۔ اگر ابھی تک ایجاد نہیں ہوا ہے تو ہم کیا نام ڈاکٹر الفعا علی احمد کو جو فلسفہ طبیعی کی لڑائی میں جوائے ہیں کہیں گے کہ آلہ موصوف الفعا کے بسرعت ممکنہ ایجاد کرادیں اس آلہ کا یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارے دل میں جو آئندہ خیال آیا کرے یا وہ فوراً لکھ جائے گا۔ اسکے بعد اگر پولیس ہم سے ثبوت مانگے گی تو ہم پیش کر دیں گے۔ آلہ صوت نویس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جو ممبران سریر کرے گا اُس آلہ کے اندر منقوش ہو جائے گا۔ اور ہر محکمہ "سیاہی" کے کسی نوکر کو موقع نہ ملے گا کہ نقد یہ کہ غلط سطر نوٹ کرے۔ مگر اس لفظ کا تلفظ لکھ جایا کرے گا۔ اہل اوصاف نہیں لکھے۔
 انا کہ انا اور سنی ضروری چیزیں ہیں جن کے نہ ہونے سے محکمہ "سیاہی" والوں کو

غلطی ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک محکمہ سیاسی والے نے لفظ محفوظ و محفوظ لکھا تھا۔ جب اُس سے معنی پوچھے گئے تو اُس نے کہا شاید اس کے معنی خطرناک کے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کہا تھا کہ اسم اور سٹی تو دونوں بے ضرر اور بے خطر ہیں۔ پر خطرناکی کہاں سے آئی؟
 امر واقعہ کو پیش نظر رکھ کر ہیں چاہیے کہ سرکار کو کہیں کہ محکمہ سیاسی میں جو نوکر رکھے جائیں۔ انہیں کم از کم غیاث اللغات اور چیپرس ڈکشنری تو حفظ یاد ہونی چاہیے۔

حاجی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر ذیل کے رزولوشن پیش اور پاس ہوئے۔
 زمانہ ماضی میں ایک لڑائی نوح دہلی میں درمیان کورٹوں اور پانڈوں یعنی علم و جبل کی ہوئی تھی۔ جس میں علم نے ہبل پرست پائی۔ اور جبکہ حالات کتاب مہابھارت میں درج ہیں۔
 زمانہ حال میں بھی ایک لڑائی نوح دہلی میں درمیان غریبوں اور رئیسوں یعنی صدق و کذب کے ہوئی۔ جس میں صدق نے کذب پرست پائی۔ چونکہ از بس ضروری ہے کہ اس آخری لڑائی کے حالات بھی کسی نظم زمیہ میں مستظم اور منضبط ہوں۔ اور یہ نظم اس پایہ کی ہو کہ ہومر کی ایڈ ورجل کی اینڈویس کی مہابھارت و ایلیک کی رامائن اور سنو ووسی کے شاہنامہ کے پہلو پہلو جگہ پاسکے۔ لہذا یہ جلسہ عام اشتہار و تباب کے جو شاعر خواہ وہ کسی تسلیم اور کسی ملک کا باشندہ ہو۔ اور دنیا کی کسی زبان کا ناظم ہو۔ اس لڑائی کے حالات بہترین پیرو میں نظم کرے۔ اُس کی خدمت میں بحساب فی شعر ایک کہ نکل صلہ پیش کیا جائے گا۔

محررت + ملا علی بو دہاموی

موئید + آغا صادق سنگرانی

(۳)

آتمیل سید ضاعلی۔ بی اے۔ ایل ایل بی وکیل مانی کورٹ۔ چونکہ مجالس مجمع کی کال سکڑ رہی
 میں سنگریزہ اندازی کے عادی ہو گئے ہیں یعنی بعض مجالس سرکاری میں ٹھیکر بلا خطر شہر مانی
 اور بہ کمال شجاعت و بے جگرئی سوالات طویل و عریض کا ایسا سلسلہ لاتنا ہی چھیڑ دیتے ہیں جو

ارباب حل و عقد کے سو مزاج حاکم کا باعث ہوتا ہے۔ اور بعض مجامع نیم سکری میں بطور
مہمان نا طلب سیدہ پہنچ کر بلا خوف کوئٹہ لائیم اور کمال شوخ چٹھی وغیرہ سہی ایسا بیان بھیج فرماتے
ہیں جو لیڈر ان مقتدر کے اشتغال طبع فوری کا سبب ہوتا ہے۔ لہذا جلسہ ہذا سرکار سے ملتی
ہے کہ آنریبل ممبر کو غیر ناواقف یا کسی اسلامی دارالعلوم کا سکریٹری یا کسی مہندریاست کا
مدارالہمام بنا دیا جائے تاکہ موصوفہ نصیر کی قرارداد حق دہاں دوزی اور کما حقہ زبان بندی
ہو جائے۔

پیرزادہ فقیر قطرب

قاضی رطلوق

حکمت

صوفیہ

(۲)

یہ جلسہ اڈیٹر صاحبان "ہمد" سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے "پروف ریڈر" کو ہدایت فرماویں
کہ وہ ناظرین اخبار کے حواس خمسہ اندونی و بیرونی پر جسم فرمائیں اور بتین اور فاش غلطیوں
کو تودرست کر دیا کریں مگر پروف ریڈر صاحب اس ہدایت کے بعد بھی نہ مانیں تو رسالہ طغرا
کا فقرہ ذیل (بلوئی تصرف) ان سے ساتھ مرتبہ منظر لکھوایا جائے:- "دریں اخبار صبح را
زیادہ از اڈیٹر ان دخل است"

حکمت

صوفیہ

رنداد جلسہ مسرہ فقیر حقیر ملا علی بودا موئی حسب حکم جناب ساجی صاحب صدر :-

تجامل عامیانہ

حاجی صاحب کی تقریر

تجارتِ عالمیہ کا نفرنس میں

حضرات! کیا نام کہ سب سے پہلے میں آپ کو ایک نظم سناؤں گا۔ جسکے مصنف ہم آج
بلا شرکتِ غیر ہیں۔ اور جو شکریہ کہ دماغ سے چوری نہیں گئی۔

نظم

کچھ عقل کا خدا نے عجب مول کر دیا اوروں کو ڈھیر یوں تو مجھے تول کر دیا
پہلے تو لوگ کہتے تھے چپٹی جو یہ نہیں سنتے ہیں آج کل کہ اُسے گول کر دیا
تعلیم کہ تسبوں میں ہمیں مفت ملتی تھی یونیورسٹی نے اُس کو بھی انمول کر دیا
بلکہ اصلے تہا نام مرا اسکو دیکھئے اتنا مر وٹا یاروں نے بخلول کر دیا

اب بعدہ۔ کہتا ہے یہ حقیر فقیر تقصیر کیا نام کہ شیخ فردوسی اپنی کتاب میں لکھ گئے
ہیں کہ ۷۰۰ چوبیس ارب پے علم باید گداخت ۱۰ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ۲ کیا معنی کہ
مسلمانوں کو آج کل علم کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ پس ایسے ہر ایک کو چاہیے کہ علم سیکھے۔ مثلاً
علم انگریزی و علم عربی و فارسی و علم اردو و بنگالی و مرہٹی و گجراتی اخبارات کا ترجمہ و علم پنجابی و
پشتو و ہکسو و صد پر پوتے ہیں و فرانسیسی و جاپانی و روسی و ترکی و غیرہ۔ مجھے کہو تو سارا سارا
دن علم گنوا تا رہوں۔ نہیں کہتے ہیں کہ سائنسی علم دراد ہے پس جتنا چاہو اُس دریا میں غوطہ
لگاؤ۔ مگر کیا ممکن ہے کہ کہیں تھکا پاؤ۔ مثل مشہور ہے کہ حاصل کرو علم کو اگرچہ ہو ملک چین میں یا
نہ صرف ملک چین میں بلکہ جن جن ممالک میں ہو مثلاً مالک لندن و پیرس و فرانس و اسپین و مالک
کیپ و مثال وجوہی فیقہر جہاں مہند و ستانی شادی نہیں کرنے پاتے۔ و گلاس گو و ڈنبر

دیور پول و ماخوشر گارمین۔ و جاوا و سماترا و کمیس کنکا و کوریا و منچوریا و حبس از خشکی و تری
و عبور دریائے شورجکو کیا نام کہ کالا پانی کہتے ہیں و سیلون عرف لنکا و سراندیپ و رنگون
و برہما و قسطنطنیہ و کربائے معلی و ملک عرب جہاں حج کیا جاتا ہے و لاہور جہاں حکیم لوگ آشتیا
چہا پا کرتے ہیں و لکھنؤ و کانپور جہاں واقعہ ہائے ہو گیا تھا و شمالی مشرقی سرحد چین و جاپان
علیگندھ کالج جہاں سیفہ زاد واقع ہے۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ خوب علم حاصل کریں۔ اور اگر ممکن
ہو تو یورپ کے بحاب سود و رسد متی کاٹا و قواعد اربعہ متناسبہ جو جو حساب اقلیدس میں درج
ہوں وصول کر لیں۔ اور اگر نہ وصول ہو تو بذریعہ تشرقی و سرسری و دیوانی و عدالت مال و
فوجداری و غیرہ کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ علم بڑی ضروری چیز ہے۔ اگر رستے زمین
پر کہیں نہ مل سکے تو اسکے لئے آسمان پر بھی جانے میں کوئی مہرج نہیں۔ بلکہ ایک گونہ فائدہ ہے۔
نہیں کہتے ہیں کہ

تو کار زمین را نکو ساختن کہ با آسمان نیز پروا خفتن

بس دیکھو یا سرکاری و نیورسٹی کو بالکل ناکارہ ہیں۔ وینیات کا کوئی انتظام نہیں
روزہ نماز سے کچھ کام نہیں۔ ابھی غالب علموں سے بچو کہ حج کس طرح کیا جانا ہی تو سارا
حال کھلا جاتا ہے۔ بڑے بڑے انگریز پروفیسروں کو وضو کرنا تک نہیں آتا ہے۔ میں کہتا ہوں
کہ اپنی علمی و نیورسٹی بناؤ۔ اور انہیں پڑھاؤ وینیات اور نہ صرف وینیات بلکہ الہیات
و طبیعیات و ارضیات و سماویات و معاشیات و اقتصادیات و وادیات و خرافات و تجارت
و زراعت و لارپلےسٹ و شاعری و تئاری و ضلع جگت و رعایت لشکی و معنوی و اخلاقی
و شرح براہ و تنخواہ۔ جیو منشی جیست اللہ بعد اپنی جیستری میں ہر سال تصنیف کیا کرتے ہیں۔
تو انہیں صرف و بجز یہ اصول مرابیع و مضامین و چند نامہ حکیم تھان۔ و نرسنامہ رنگین۔
و شریف ہسپتال و دارالعلوم و سرائے تمام علوم و فنون کا پڑھنا اور نہ ضروری زبانیں ہی ہیں۔
پس یہ فائدہ نہ دے گا کہ جس وقت پرستے ہیں کہ محبت پانا ہو یا تھکے ہو یا کھڑے ہو یا کھڑے

فضل سے تم میں کسی بات کی کمی نہیں۔ بڑے بڑے لوگ موجود ہیں۔ مثلاً نواب قارالملک و مشر
منظر الحق و مشر علی امام + + + وہ میاں محمد شفیع جن کے گھر میں مسلم لیگ بھی ہے۔ دلائل مسلم
ایسوسی ایشن صاحب چپانیر میں تار بیجا کرتے ہیں و محمد علی و شوکت علی و خدام کعبہ کا مرید و ہمدرد
و وکیل و وطن و زمیندار و مسلم گزٹ مرحوم جرج جانہ نکلا تھلا پہلا پشینا رنواب اسحاق خاں جو حاجی
ہی ہیں۔ ۱۰۔ رینٹینیوٹ گزٹ میں مبارکیا کے تار چھپواتے + + + + + سو تہذیب
و خانوں و شیخ عبدالمند و صاحبزادہ آفتاب احمد خاں جو کانفرنس میں کچر دیتے ہیں و نواب اعلیٰ
و نواب سر بلند جنگ و مشر رضا علی جو خفیہ جلسوں میں لڑا کرتے ہیں۔ و راجہ صاحب محمود آباد و
نظام حیدر آباد و لیکچر و برودہ و گوٹھلے و نواب عبدالمجید و امام صاحب جامع مسجد جو نیکی کو کے
دریا میں ڈالتے ہیں کیا معنی کہ مسلمانوں کی مدد کر کے چھوڑ دلتے ہیں۔ و علما و دو بند و فرنگی محل
ندوۃ المسلمان و لانا شلی و مولانا حالی و غیرہ غرض کہ کن کن کا نام گنواؤں تمام ملک بیدروں سے
بھرا رہتا ہے جیسا کہ یہ ناچیز آپ لوگوں کے سامنے بھی کھڑا ہے +

پس ثابت ہو گیا کہ یونیورسٹی بہت ضروری ہے۔ اور بغیر اسکے ہماری تعلیم اوصوری ہے۔
ہر ایک کو چاہیے کہ اس میں خوب دل کو لکڑ چیدہ دے۔ اس لیے کہ کیا نام کہ اگر دنیا میں یونیورسٹی
نہ بھی لی تو عاقبت میں شتر یونیورسٹیوں کا ثواب ہوگا۔ زیادہ حدادب فقط والسلام علی
من اتبع الهدی +

مگر آنکہ مذکورہ بالا اسپیچ ہم نے اپنے پرائیوٹ سکریٹری شیخ چلی کی معرفت لکھوائی جو
اگر کچھ غلطی رہ گئی ہو تو ان سے باز پرس کی جائے۔ ہم کو اس سے کچھ سروکار نہیں وہ جانیں ان کا
کام جانے۔ لہذا یہ دست برداری لکھ دی کہ وقت پر کام آوے +

راقم الخ بندہ حاجی محمد علی صاحب جن کو لوگ کیا نام کہ
افغول بھی کہتے ہیں۔ اذ مقام کو چڑچڑاں۔ جہاں نصیب
کے مکان میں خدام کعبہ صاحب رہتے ہیں۔

حاجی صاحب کا ایک خط



تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ حاجی صاحب تجاہل عامیاناہ کی کانفرنس میں تفسیر کر نیکے بعد کسی کاراہم میں مصروف ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے اس ہفتہ میں کوئی تازہ تحریر اخبار میں نہیں بھیج سکے۔ سلسلہ روایات کی تفتیش اور اصول درایت کی تنقید سے سختی ہوا ہے کہ آپ آجکل ایک قانون بعنوان قانون ایکٹ لیڈر سی کا مسودہ تجاہل عامیاناہ کی گورنمنٹ سے پاس کرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس معاملہ میں جو تحریر انہوں نے ملا علی بودا ہنوی کے نام روانہ کی ہے اس کی ایک نقل ہم کو بھی مل گئی ہے جسے ہم درج ذیل کرتے ہیں:-

جناب ملا علی بودا ہنوی صاحب! :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ آجکل مسلمانوں کو لیڈری کی ضرورت ہے، لہذا ہم کو بذریعہ تحریر مذکورہ مطلع کرتے ہیں کہ ایک مسودہ قانون ایکٹ لیڈری مشن قانون ہائے برائش انڈیا یعنی تعزیرات ہند جسکے ذریعہ سے چور پکڑے جاتے ہیں اور پھانسی ملتی ہے و شرح ایکٹ لگان و ضابطہ دیوانی و ضابطہ فوجداری و قوانین نافذہ و غیر نافذہ و ایکٹ ملتے مضور شدہ و غیر مضور شدہ و مجریہ پیشہ و قانون مطالع ہند جسکے روسے کچھ تکمیل ضبط ہوتی ہے اور اخباروں سے ضمانت طلب ہوتی ہے وغیرہ مرتب کر کے تجاہل عامیاناہ کی گورنمنٹ پیش کش کرو تاکہ آئندہ موسم بہار میں ہم لوگ لیڈر کہلانیکے قانون ماستحق ہو جائیں۔ اور دوسروں کو منع کریں کہ میانہ کریں یا جیسا تم مناسب سمجھو اس لیے کہ اخبارات آجکل لڑتے ہیں کہ لیڈر کون ہیں کیا معنی کہ ایک صاحب جو ملازمت گئے تھوئے ہیں وہ سر ایڈورڈ گرے سے ملے تھے مگر لوگ انکو لیڈر نہیں کہتے اسلئے اخبار پڑل سیاہ جو ہم لوگوں کا خیر خواہ ہے روٹھ گیا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ قانون

ایکٹ لیڈری کے ذریعہ سے اسکی اشک شوئی کرویں۔ اور فریقین میں صلح مصالحت کے لئے
راضی نامہ لکھوادیں تاکہ آئندہ خطرہ نقص امن کا باقی نہ رہے۔ والسلام فقط *

حاجی بعلول

جواب جلد آنا چاہیئے ورنہ شکایت ہیگی اور کیا عجب کہ ہم قیامت میں دامن گیر ہوں *

کارروائی جلسہ نوشتہ قلم کا واک رقم فقیر حقیہ

ملا علی بودہاموی

— * —

یکم نومبر کو رات کے بارہ پر دو بجے ایک عظیم الشان جلسہ صدر دارالحل میں منعقد ہوا
چونکہ اکثر عمدہ داران سرکاری کی آمد کا خیال تھا۔ لہذا نشست کے لئے فرش بے ریائے
بوریا کا اہتمام کیا گیا۔ صدر انجمن کے لئے ایک کبل سیاہ ساختہ "مشت بہشت از بہشت" میں
قیمتی ایک روپیہ بچھایا گیا۔ اس پر کھاروے کے غلاف کا عجیبہ جیس تراشہ کامرئہ بھرا تھا
رکھا گیا۔ روشنی کے لئے صدر انجمن کے پیچھے ایک مشعلی کھڑا کیا گیا۔ جسے ایک ہاتھ میں شعل
اور دوسرے میں تیل کی کچی تھی۔ وسط جلسہ میں کہیں چمکتی اورنگ لگی بر بنی فقیہ سوزہ اور
کہیں تیل میں بیگے بنولے مٹی کے پیالوں میں بھرے قرینے سے جا بجا رکھے تھے جب
یہ مشعل اور چراغ روشن ہوئے تو سارا ہال بقتہ نور بن گیا۔ اور دو غن سر شعل کی بوئے غنیر تر
شام جان کو معطر کرنے لگی۔ نیک دو بجے جناب حاجی صاحب مدد اپنے معروف لقب کے نریت
بخش کلیم صدارت ہوئے۔ اور کائے وہو کے شور و شعل کے درمیان انہوں نے تقریر
ذیل شروع کی :-

"بجا امامہ گورنمنٹ آف انڈیا جسے لا۔ صاحب ہاؤز کرتے ہیں۔ میں آئیہا آئیہا آئیہا

ہے۔ فلہذا جلسہ تجاہل کی رونق بڑھ جائے گی۔ اور اکثر جلسے ہونگے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم کیا نام قانون اخفائے واردات کے ڈربے اکثر جلسوں کے حالات شائع نہ کریں کیا نام ہم اُن گورنمنٹی صاحبوں کے ممنون ہیں جو اس واسطے یہاں آئے ہیں کہ جلسہ تجاہل میں شریک ہو کر اپنے علم میں اضافہ کریں۔ آجکے جلسہ میں دو باتیں ہیں۔ جسے ہم بسے دو وہیں کہیں گے پہلی بات تو یہ کہ آجکی تاریخ دو شہرین ہے۔ کیا معنی کہ آج شمسی قمری مہینے بنگلہ بلکہ مدغم ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ آج نو مہر کی پہلی ہے اور ذی الحجہ کی بھی پہلی فلہذا دونوں مہینے مدغم ہونگے۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا۔ دوسری یہ کہ آج جو صاحب تقریر کریں گے وہ دو مہینے ہیں۔ کیا معنی کہ کیا نام پر دہیستر قطرب صاحب جیسا کہ خود اُنکے بیان سے مستنبط ہوگا۔ چھ مہینے مسلمان ہوتے ہیں اور چھ مہینے ہندو۔ فلہذا ہم چاہتے ہیں کہ انکا تعارف لکریں جسے انگریزی میں عنترودیوٹ لکھتے ہیں۔ کس واسطے کہ جلسہ میں ماوار اُن حضرات کے جو پہلے سے اعضاء تجاہل ہیں۔ آج بہت سے نئے صاحبان آئے ہیں۔ جو بڑے لاث صاحب اور منجھلے لاث صاحب اور چھوٹے لاث صاحب کے دقتوں میں چپراسی سے لیکر سکتھک ہیں جنہیں حیدر آباد میں معتمد لکھتے ہیں۔ پس اندر میں حالات لا بد آیا کہ ہم پر دہیستر قطرب کا عنترودیوٹ کر دیں کیونکہ کسی عطاء کا قول ہے۔ شہید کے بود مانند دیدہ۔ کیا نام پر دہیستر قطرب میں ایک بُرائی ہے جسے ہم پہلے کے دیتے ہیں کیونکہ کوئی ہم پر جو حاجی حرمین ہیں بزمانہ مستقبل بصیفہ واحد غائب حرف گیری نہ کرنے پائے اور اگر کرے تو باطل ہو۔ اور وہ بُرائی یہ ہے۔ وہو هذا۔

”یعنی وہ واڑھی منڈاتے ہیں۔ واضح ہو کہ واڑھی منڈانا اگرچہ فعل متعدی ہے۔ تاہم اُس میں فعل لازمی بھی شامل ہے۔ جیسے قانون میں ذکر میں مونث بھی شامل ہے۔ یعنی یہ کہ وہ واڑھی کبھی حجام سے منڈاتے ہیں اور کبھی خود بھی مونڈ لیتے ہیں۔ میں ان لوگوں پر غصہ آتا ہے اور کبھی ہنسی بھی آتی ہے جو واڑھی منڈاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کالرا اور گلوبند بھی لگاتے ہیں۔ کیا معنی کہ اگر کالرا اور گلوبند سے ہی غرض ہے کہ سر دی میں اپنے نکلے کی حفاظت کریں اور

پینے یا پیل سے کوٹ یا شیروانی کے گلے کو بچائیں تو دارھی ان دونوں خدات کو بخوبی انجام دے سکتی ہے۔ یعنی جب کوٹ یا شیروانی پہنی جائے تو پہلے دارھی کو لگائی جائے۔ انگلیوں سے خوب پھیلا لیں۔ اور اپنے گلے پر اس طرح بچالیں جیسے چھپر پر گھاس بچھاتے ہیں۔ اسکے بعد کوٹ یا شیروانی پہن کر گلے کا بن ایک جلدی سے اس طرح لگائیں کہ دارھی اندر ہی دب کر رہ جائے۔ اس طریقے سے نہ جڑوں میں گلے کو ہوا اور سردی لگیگی نہ گرمیوں میں پینے یا پیل سے کوٹ یا شیروانی کا گلہ خراب ہوگا۔ یہ اسراف ہے کہ ہم اپنی دارھی کو جو خاص جہ ان ناطق کی اُون ہے بیکار پہینک دیں۔ اور ہیر بلکہ گدھے بلکہ کتے اور خدا جلنے کس کس جانور کی صوف جھول کو گلے لگائے پھر میں جو باطل بیودہ بات ہے۔ ہمارا یہ چوہہ جو تم کا جسم پر دیکھ رہا ہے ہو ہم نے اپنی دارھی کے اُن بالوں کو تراش کر بنوایا ہے جو کیشٹ اور کشت سے زیادہ تھی۔ فلذا ہم نے ثابت کر دیا کہ دارھی مندانہ علم والا اقتصاد کے رو سے فضول خرچی میں داخل ہے۔ اور فضول خرچی چاہے وہ بال برابر کیوں نہ ہو بڑی بات ہے۔ ہم نے منشی شوکت علی رام پوری ثم الکوچہ جیلانی پر علی گڑھ کی مجلس اطفال کمنہ کے معتمدین یہی بحث کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ جب آپ روٹی کا رو بار کرتے ہیں جو اون کی ہم زلف ہو تو دارھی کو جو خود اون سے ضائع کرنا یعنی ہے۔ پس اسی پر انہوں نے دارھی چھوڑ دی۔ دارھی رکھنے میں اکیلا ایک یہی نفع نہیں کہ آدمی فضول خرچی سے بچ جاتا ہے (جیسا کہ منشی محمد علی نے جو منشی شوکت علی کے بھائی حقیقی ہوتے ہیں اور جو کہ دارھی کی کاشت اور نچھڑت میں اپنے بھائی سے سرمو کم نہیں ہیں ایک موقع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”میں دارھی دار تھا اور میری فین مشہر سیلا۔ لہذا ہم پر کان فضول خرچی بجا ہے“ بلکہ اور بھی بہت سے خیرہ علانیہ فائدے ہیں۔ جنہیں ہم پر کبھی موبو بتائیں گے بلکہ ایک انجمن بنام مجلس دفاع لمحہ بنانیوالے ہیں جس کا صدر انجمن منشی عبدالسراج صاحب کو بنائیں گے۔ اُس میں دارھی کے متعلق بڑی بڑی موٹنگا فیاں کریں گے۔ درینو لاہم پر دنیس قطرب کا عشرہ دیوٹ بیان کرتے ہیں دھو ہذا۔

یعنی یہ کہ وہ مدرسہ مسلمانان علی گڑھ اور ہندو کلیم بنارس میں جملہ علوم و فنون مثل کیمیا و ریاض و
 سیمیا و اقلیمیا و قدیمیا و سرسپا پڑھکر ولایت گئے جسے انگریزی میں لندن کہتے ہیں۔ اور جہاں
 حال میں منشی سرتاغلاں و منشی امیر علی و منشی وزیر حسن صاحبان میں درباب مسلم لیگ و جو کا کنگر
 کی بنت عم ہے، کچھ گفت و شنود ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے۔ لندن جا کر پروفیسر قطرب نے
 مختلف السنہ مثل جرمنی (جہاں ڈاکٹر ضیاء الدین پڑھتے تھے) اور فرانسیسی (جہاں اخلاقا شخص
 زیادہ سے زیادہ دو بچے پیدا کر سکتا ہے) اور ہنگالی (جو ہندہ ماترم کا وعظ بنا کرتے تھے
 جیسر شاید سرکار خفا ہو گئی تھی) اور چینی (جو چانڈو اور سنہین چہڑے کا اب ارادہ کر رہے
 ہیں جو خدا جانے کتنی صدیوں میں پورا ہو پائے گا) اور سمرقندی (جسے ایک دفعہ خواجہ حافظ
 صاحب نے کسی کام کے بدلے ایک شیرازی کو بختنے والے تھے) اور طبقات الارض اور علاج
 موشیان اور کورائشایہ اور مقیاس الحرارة اور جرنیل اور گرامی فون اور موٹر کار وغیرہ پکھنکر
 بی اے پاس اور مٹل پاس کا امتحان دیا۔ اور واپس آئے۔ اور پھر سیاحی کے لیے ہزار گنج
 اور دات گنج اور دار جلینگ اور یو گنڈا اور جزیرہ قفل سیاح اور کالا دیوی اور کسٹکا اور ایلینا
 اور جابلقا اور کالے پانی تک ہو آئے۔ اور اب دار الحکومت کے بین الاقوامی کالج کے پروفیسر
 ہیں۔ اور ہمارے تجاہل عالمیائے کے ممبئی میں ختم شدہ اسد اعلم بالصواب +

مگر آنکہ پروفیسر قطرب میں ایک اور برکتی ہے اور وہ بھی ہم یہاں کہہ دیتے ہیں وہ ہوندا۔
 یعنی یہ کہ وہ جلسہ میں تقریریں لمبی لمبی کرتے ہیں۔ اور سارا وقت کیا نام تو طویلہ تمہید و مخلص و
 تشبیب ہی میں صرف کر دیتے ہیں۔ ہم نے اسلئے لئے کہدیا ہے کہ اگر انہوں نے بہت جلد
 اپنی تقریر ختم نہ کر دی تو ہم اپنے حکم سے کہ اس جلسہ کے کیا نام صدر انجمن میں جسے انگریزی
 میں پریزینٹ کہتے ہیں سارے چرلغ اکیں م گل کر ادینگے۔ والسلام خیر ختام +

مکرم ثانی آئمہ۔ ہماری یہ تقریر جسے انگریزی میں اسپیج کہتے ہیں اور کبھی لیکچر بھی کہتے ہیں
 کل اخباروں کے مدیرین مسؤل اور محررین خصوصی نہایت غور کے ساتھ پڑھیں۔ اور پروفیسر

قطرب کی تقریر پر نوٹ کریں ورنہ ہم ناراض ہو جائیں گے۔ اور کیا نام پریس ایکٹ کی سختیاں دو کر نیچے ایسے سرکار دنیا میں اب اسفاشن نہ کرینگے جو ہم عنقریب کرنے والے ہیں۔ زیادہ چہ عرض نمودہ آید۔

مگر ثالث آنکہ اگر مدیرین مسؤل ہماری یا پروفیسر قطرب کی تقریر نقل کرنی چاہیں تو ہم ان پر سرقہ بالجبر الزام نہیں لگائیں گے۔ کیونکہ بالفعل ہم نے ان تقریروں کا حق تالیف محفوظ نہیں کیا ہے۔ وملت بالآخر۔

حاجی صاحب کی تقریر ختم ہوتے ہی اسے وہو کا غلغلہ پھر بلند ہوا۔ جسکے فرومونی سے پہلے پروفیسر قطرب جو ایک نہایت وجیہ و فکیل اور عزیز و طویل نوجوان ہیں تقریر کرنے کھڑے ہو گئے۔ انکی تقریر کو آغا صادق سنگرانی اردو شارٹ ہینڈ میں حفاہرٹا نوٹ کرتے گئے۔ جسے آغاے موصوف نے خوشخط لکھ کر مرحمت فرمایا ہے

(۲) پروفیسر قطرب کی تقریر

حضرات! میں ممنون ہوں کہ آپنے تقریر کی اجازت دیکر میری عزت بڑھائی۔ میں جس مضمون پر آپ کی سامعہ خراشی کرنی چاہتا ہوں وہ وہ معرکہ الاراضی مضمون ہے جسپر کچھ دن سے ہندوستان کے نامی اخبار اور مقتدر اصحاب اظہار خیالات فرما رہے ہیں۔ لیکن اس بحث پر کچھ عرض کرنے سے پہلے بتانا چاہتا ہوں کہ میں خود کو کون ہوں۔ میرے قلم قامت اور رنگ و روغن

جناب نے مجھے ایرانی یا افغانی سمجھا ہوگا۔ اگرچہ میرے لہجہ نے جناب کو پھر تنک میں ڈال دیا ہوگا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جیسے میں کل آریہ دوت کو اپنا جنم بھوم سمجھتا ہوں ویسے ہی سرزمین عرب کو اپنا مولد و موطن جانتا ہوں۔ میری رگوں میں مارز فرم بھی ہے اور گنگا جل بھی میری پیشانی، عیسیٰ سجدہ کے نشان سے منور ہے ویسی ہی چندن کے تلک فزون ہے۔ تھ میں عقیقۃ الجسر کی تسبیح ہے اور بامیں میں ردو راتچہ کی مالا، میں ہندو مسلمانوں کے اتفاق کی لیک بولتی چلتی تصویر اور ایک چلتی پھرتی نظیر ہوں۔ صاف لفظوں میں سنئے کہ میرے اللہ صاحب سبز دہری ہیں۔ اور میری ما، ہر دواہی۔ قطر ب سیرا اصلی نام نہیں بلکہ اس نام سے میں اخبارات و رسائل میں مضامین لکھتا ہوں۔ میرا حقیقی نام عربی النسل بھی ہے اور ہندی الاصل بھی۔ جناب کو تعجب ہوگا کہ ایسا کونسا نام ہو سکتا ہے۔ سنئے میرا نام عربی النسل ہونیکے لحاظ سے ”رجب علی“ ہے۔ اور ہندی الاصل ہونے کی حیثیت سے ”راجا پٹی“ میری اسی خصوصیت پر نظر کر کے جناب حاجی صاحب نے اپنے بلخ طرز اوامیں فرمایا تھا کہ میں چھ مہینے مسلمان رہتا ہوں اور چھ مہینے ہندو۔ ایسی حالت میں جناب تسلیم فرمائیے کہ سب زیادہ خوشی جس شخص کو ہندو مسلمانوں کے اتفاق سے ہوگی وہ میں ہوں۔ کیونکہ ان دونوں قوموں کا اتفاق میری دو حال اور نہماں کا اتفاق ہے۔ ایسا وجہ سے مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ پر کسی فریق کے طرفدار ہونے کی بدگمانی نہ فرمائیں گے چونکہ وقت تنگ ہی اور حاجی صاحب نے طول تقریر کی سزا سخت تجویزی ہے۔ لہذا اپنا مافی الضمیر مختصر عرض کرتا ہوں۔

حضرات! ہندو مسلمانوں کے اتفاق کا سوال نیا نہیں، جو دو قومیں کم و بیش آٹھ سو سال سے دوش بدوش رہتی آئی ہوں، جن کی حالت کچھلے ڈیڑھ سو سال سے بوجہ ایک ہی سلطنت کی رعایا ہونے کے یکساں ہو۔ جنہیں سے کسی کو بھی ملک چھوڑ جانے کا خیال تک نہو جن کے ہمت سے اغراض و حقوق مشترک ہوں، انکے دماغ میں اتفاق باہمی کا خیال بار بار اور پے درپے نہ آتا ان کی صحت دماغی میں شبہ نہ آتا ہے۔ میں جناب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ خیال بار بار آیا مگر

ہمیشہ دائرہ تخیل ہی میں رہا۔ میدان عمل میں نہ آیا۔ آپ میرے فحوائے کلام سے یہ نہ سمجھے کہ ہندو مسلمان اس سے پہلے ہمیشہ چھری کٹاری رہتے تھے۔ اور کبھی صلح، سازگاری سے بسر ہی نہ کرتے تھے۔ معاف کیجئے اگر میں اس فرسودہ خیال کا اعادہ کروں جو دونوں قوموں کے بڑھوں کی زبان پر اب تک اکثر آتا ہے۔ ”اس سے پہلے ہندو مسلمان برابر ایک دوسرے کے شریک بیخ و راحت رہتے تھے عید، بقرعید، محرم، بھی آتے تھے۔ اور ہولی، دیوالی، دہرے بھی آتے تھے۔ سنکھ بھی بجاتے تھے۔ اذانیں بھی ہوتی تھیں۔ ہندو مسلمانوں پر رنگ ڈالتے تھے، مسلمان ہندوؤں سے عید ملتے تھے، اس بخ، پودہ نے نئی تعلیم پا کر دونوں قوموں میں ایسا سیپی کا کارنامہ کیا ہے کہ آئے دن بات بات پر سر پھٹیل رہتی ہے۔“

حضرات ہندو مسلمانوں کی سچی پودہ پر الزام لگانا بے سود ہے۔ میں حالت موجودہ کو ناگزیر سمجھتا ہوں۔ نئی پودہ پیدا ہونے والی اور اس میں نئی تعلیم کی اشاعت ہونے والی تھی، اور وہ ہو کر رہی۔ نئی پودہ آئی اور نئی تعلیم نفل میں لائی، تو نئی انگلیں اور نئی خواہشیں دلوں میں آئیں۔ قومیت و عصبيت کے خیالات پیدا ہوئے۔ قومی حقوق اور قومی فرائض کا احساس ہوا، ملی مدافعت اور مذہبی محافظت کی ضرورت لاحق ہوئی، اور یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہونی چاہئے تھیں، اور بن ہوئے بیچ نہیں سکتی تھیں۔ انفرادی اور بعض متبع پر جماعتی اتفاق اب بھی ہے۔ جہاں ایک دوسرے کی ذاتی یا فوری معاملات اس کے تقاضی میں۔ یا جہاں تعلیم و خیالات جدید کا اثر بالکل نہیں یا بہت کم پہنچا ہے مگر ہم جن اتفاق کو مطلع نظر قرار دیتے ہیں وہ اتفاق من حیث القوم ہے، اور اس میں شک نہیں کہ اتفاق من حیث القوم ہندو مسلمانوں میں اس ڈیڑھ سو برس میں تو ہوا نہیں اور نہ ہو سکتا تھا۔ رہی یہ بات کہ ایسا اتفاق اب ہو سکتا ہے یہ دونوں فریق میں وجود استعداد اور عدم استعداد پر منحصر ہے۔

خود مستانی نہ سمجھئے اگر میں عرض کروں کہ میں نہ صرف کل ہندوستان میں عرضاً خود لائے دفتہ سفر کر چکا ہوں، بلکہ ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ، روڈیشیا کی تفصیلی سیر کر چکا ہوں۔

دوران سیاست میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں، اور نہ صرف رعایا و سلطنت کے تعلقات کا مشاہدہ کیا بلکہ مختلف الاقوام رعایا کی بین الاقوام زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ اور سلطنتوں کے باہمی اتفاق، اتحاد اور ابتلا کی تدبیر کی تاریخ پڑھی ہے۔ اس سیر و مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جب کہ چھوٹوں اور بڑوں، کمزوروں اور زبردستوں، بیوقوفوں اور عقلمندوں میں آئے دن منت نئے معاہدے اور صلح نامے ہر جگہ مرتب اور مدون ہوتے ہیں جن میں بڑا بڑا اور عقلمند حریف اپنے چھوٹے، کمزور اور بے وقوف فریق سے من مانی اور میسوں سب سے اپنے فائدہ کی شرطیں لکھوا کر انصاف کی آنکھوں میں خود غرضی کی خاک جھونکتا ہے کسی فرد یا کسی قوم میں حقیقی مستقبل، اور ولی اتحاد اس وقت تک نامکن ہے۔

۱۔ جب تک ہر فریق کو ایک دوسرے کی مساوی القوت ہونے کا یقین نہ ہو ۲۔ جب تک ہر فریق اتحاد کی اہمیت کو یہاں تک نہ سمجھ چکا ہو کہ عدم اتحاد کو اپنے لئے موجب خطر جانتا ہو ۳۔ جب تک ہر فریق کچھ لینے کی خاطر کچھ دینے کو مستعد نہ ہو ۴۔

مسلمان اب تک مروجہ شامی، متول اور تعلیم کے اعتبار سے ہندوؤں سے بہت گتے دیتے ہیں۔ ہندو اس واقعہ سے واقف ہیں۔ اور مسلمان ناواقف نہیں ہیں۔ اس وجہ سے بے شک یہ نہ ہو سکا کہ ہندو اتفاق کا دامن ہاتھ مسلمانوں کی طرف بڑھائیں۔ یا مسلمان اتحاد کا حفظ نہ کر لیں۔ مگر پچھلے دو تین سال میں:-

”خدا شہرے برائے نیکو کہ خیری اور ان باشند“ کچھ ایسی گونا گوں واقعات متواتر پیش آئے جن کا تعلق محض مسلمانوں سے تھا۔ اور جن میں مسلمانوں کے باہمی اتفاق، استقلال، فیصلہ اور طرز عمل سے یہ امر ہندوؤں کے ذہن نشین ہو چکا ہے کہ نہ صرف یہی کہ مسلمان نے جلد باہیں مہم نیم جانی وہ ابھی بہت دنوں تک زندہ رہنے والے ہیں۔ یہی وہ باعث ہے کہ ہندو جس نے اس تنگ نظری اور تنگ ظرفی سے کام نہ لیا جس سے وہ عموماً

ظاہر ہے کہ گائے کا ذبیحہ محض قربانی ہی کے لئے نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ خوراک کیلئے بھی جس میں انگریز بھی ہمارے ساتھ شریک جرم ہیں۔ مگر ہمارے بھائیوں کی کمال مصلحت یہی ہے کہ قربانی کے سوال ہی کو آگے بڑھایا ہے، اور اس کے متعلق سربراہ اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی قربانی کے سوال ہی سے بحث کرتے ہیں۔ گاؤ خوری سے بحث نہیں کرتے۔

من۔ مقدمہ میں اگر کوئی مجوز امور تنقیحات طلب قائم کرے تو مجھ جیسے قانون دان شخص کی رائے میں اسے تنقیحات ذیل قائم کرنی ہونگی:-

۱۔ آیا مسلمان گائے کی قربانی کر کے ہندوؤں کی دل آزاری کرتے ہیں؟

۲۔ آیا مسلمانوں کو قربانی کا حق حاصل ہے؟

۳۔ آیا ہندوؤں کو انسداد۔۔۔ قربانی کا حق حاصل ہے؟

ہر جرم کی اجزاء ترکیبی دو اور صرف میں نیت اور فعل۔ ان میں سے جب کوئی ایک بھی مفقود ہو تو نہیں کہا جاسکتا کہ جرم کا ارتکاب ہوا۔ مسلمان بیشک گائے کی قربانی کرتے ہیں لیکن کوئی ہندو ہے جو اپنے ایمان و ہرم سے کہ سکے کہ مسلمانوں کی نیت دل آزاری کی ہوتی ہے؟ اگر ہے تو یقیناً وہ غلط گو ہے یا ناواقف۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ قربانی کے وقت کسی مسلمان کے (چاہے وہ عالم ہو یا جاہل) حاشا خیال میں بھی دل آزاری کا خفیف سے خفیف پہلو نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مسلمان قربانی کے خالص اور بے لوث نیت کے سوا کسی دوسرے خیال سے قربانی کرے (چاہے وہ خیال دل آزاری کا ہو یا نمود و نمائش کا یا جلب منفعت کا) تو ایسی قربانی ہرگز ہرگز مقبول نہ ہوگی، اور یہ فرض اس کے ذمہ بدستور رہیگا، اور کون مسلمان ہے جو شخص دل آزاری جیسے گناہ بے منفعت اپنا رویہ خرچیگا؟ جب مسلمانوں کی نیت دل آزاری کی نہیں تو یہ قربانی کرنے سے دل آزاری کے گناہ کے مرتکب ہرگز نہیں ہوتے۔ اگر اس حالت میں بھی بند و گائے کی قربانی کو جو مسلمانوں کا ایک مقدس مذہبی فرض ہے خواہ

منخواہ باعث دل آزاری سمجھ لیں جو مسلمانوں کا ہرگز منشاء نہ تھا، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے ہندو بھائی باوجود وفور تعلیم و خواہش اتفاق ابھی تک جہل و نفاق کی ظلمت سے نہیں نکلے ہیں۔ وہ گائے کی تعظیم و تقدیس کرتے ہیں شوق سے کریں مگر انہیں کیا حق ہے کہ اُس قوم سے جو گائے کو کسی تعظیم و تقدیس کا مستحق نہیں۔ جبراً گائے کی تعظیم و تقدیس کرائیں۔ ہندو دیوانے ہیں۔ ایک گائے نہیں بہت سے جانور تبرک اور مقدس سمجھے جاتے ہیں بہت سے پہاڑ مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ بہت سے دریا مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ بہت سے شہر مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ کل کو ہندو کہیں گے۔ کہ اگر مسلمان ان سب جانوروں، دریاؤں، پہاڑوں اور شہروں کو مقدس نہ سمجھیں گے تو ہندو اسی باعث دل آزاری سمجھیں گے۔ اگر یہی کیفیت ہو تو مسلمان کھلے خزانے کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کی بت پرستی و باطل پرستی اور کفر و شرک سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری ہوتی ہے کیونکہ یہ ٹھیسٹ وہی باتیں ہیں جن سے خدا نے وعدہ الٰہی نہ کی دنیا کو پاک و صاف کرنے کے لئے اسلام کی تبلیغ ہوئی ہے۔

میری رائے ناقص میں یہ امور کہ مسلمانوں کو اخلاقاً، عرفاً اور قانوناً گائے کی قربانی کا مذہبی حق بجا طور پر حاصل ہے اور ہندوؤں کو اس کی انسداد کا کوئی حق حیناً و صریحاً نہیں ہے سلم الشیخ اور ستغنی عن الدلیل میں۔ اب بضر محال اگر مسلمان اپنے اس مسئلہ حق سے دست برداری پر راضی ہو جائیں تو ہندو اس کے معاوضہ میں کیا دیتے ہیں؟ اب تک تو جو کچھ سننے میں آیا ہے یہی ہے کہ درتم ہمارے گھر آؤ گے تو کیا لاؤ گے اور ہم تمہارے گھر آئیں گے تو کیا کھلاؤ گے؟ اس داد و دستد میں مسلمان اپنے بھائیوں کو جو کچھ دیں گے۔ اسے یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

اتفاق ہے گائے کی قربانی کے حق سے دست برداری۔
اس کے مقابلہ میں ہندو اپنے سمان بیٹیوں کو جو کچھ دیں گے اسے یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

اتفاق ۛ کچھ نہیں ۛ

اب اس میں سے حصہ مشترک نکال دیں تو مسلمانوں کو گائے کی قربانی کے حق سے دست برداری کے معاوضہ میں ۛ کچھ نہیں ۛ ملا دہو خسران میں ۛ

کیا اس امر کو اور وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہے کہ ہمارے ہندو بھائی بستان و بدھ کے اصول میں سے صرف جزو اول ہی پر کاربند ہونے کو تیار ہیں۔ جزو ثانی کا ذکر نہیں ۛ

اب مسلمانوں کے سامنے ایک چھوٹا سا سوال ہے اور وہ یہ ہے :-

کیا محض اتفاق کی خاطر مسلمان گائے کی قربانی کے حق سے دست بردار ہو جائیں گے؟

میں اس صبرے مجمع میں صاف پکار کر کہتا ہوں اور امید ہے کہ میری کمزور آواز جو آپ کی سامعہ خراشی کر رہی ہے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کے کان تک پہنچا دی جائیگی کہ اُس وقت جب کہ گزشتہ واقعات کی وجہ سے مسلمانوں کا دماغ پرغروش ہے وہ اس چھوٹی سی مگر نہایت ہی اہم اور اہم بالشان ٹول کا فوری اور تعمیلی جواب نہ دے سکیں بلکہ نہایت چہان پھٹک سوچہ بوجہ، دیکھ بھال، جانچ پڑتال سے معاملہ کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں تب جواب دینے کا خیال کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو آگے چلکر ان کی نسلوں بلکہ عجب نہیں کہ خود انہیں کو تا مسافت ہو، اور یہ تا مسافت شاید اس نقصان کی تلافی نہ کر سکے جو ان کی جلد بازی سے ان کے حقوق ملی و مذہبی کو پہنچ چکا ہو۔ مسلمان یا دیکھیں کہ وہ چند دن یا زیادہ سے زیادہ چند دن جو اس سوال کے جواب دینے اور اس مسئلہ کے حل کرنے میں صرف ہونگے، مسلمانوں کے سہارا، کے مستقبل کے باب جو ہونگے۔ عہدہ اور کسبت لکھنے کو مذہبی ہی عزت اہم، درود احمد نرا غمی معاوضہ نہیں بلکہ سرکاری نوکریاں، اور دہندی ۛ سوال ۛ کوشنوں و رجسٹریوں کا تختہ ۛ اور یہی قسم کے بہت سے امور میں چوتھی

ہیں۔ پہاڑی راستہ کی طرح ایلیچوٹی پیچھے چھوڑتے ہی دوسری، اتنی ہی ادبچی چوٹی آگے آ جاتی ہیں۔ ابھی تو بہت سے امور ”ہندو مسلم اتفاق کے لئے اہم اور واحد شرط“ کا یس لگا لگا کر پیش کئے جائینگے۔ لیکن مسلمانوں کے لئے قربانی کا معاملہ ایک اصولی معاملہ ہے جیسا کہ نبور کا معاملہ۔ اس کے علاوہ اس امر کی کیا ضمانت و فوہ داری ہو کہ وہ اتفاق جس کا قربانی سے دست برداری کے بعد وعدہ کیا جاتا ہے ایک مستحکم اور حقیقی اور مستقل اور دلی اتفاق ہوگا، اور ایک حق سے دست برداری کے بعد مسلمان دوسرے حق سے دست بردار ہونیکے لئے مجبور نہ کئے جائینگے ؟

میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کبھی مسلمان قربانی کے استحقاق سے دست برداری کا بغرض محال خیال بھی کریں تو انہیں پیش نظر رکھنا چاہئے کہ نہ ان کے افلاس کی حالت اس کی مقتضی ہے، نہ فریق ثانی نے ان کے دل میں اس قدر گھر کر لیا ہے اور نہ یہ حق فی نفسہ ایسا کم قیمت ہے کہ دست برداری بذریعہ ہبہ کی جائے، بلکہ جب کبھی ایسا خیال کریں تو دست برداری بذریعہ ہج کریں جس میں زرخشن کی مجبرائی محسوب نہ ہو بلکہ کھن اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ حاشا کہ زرخشن اور کھن نقد سے میرا مطلب یہ نہیں کہ چند قراہے ہائے سیم کے بدلہ میں اس حق سے دست برداری کی جائے۔ بلکہ زرخشن سے میری مراد شے بیہی کے قسم و جنس کے حق حقوق ہیں جو اس حق سے دست برداری کے معاوضہ میں ہندوؤں سے ملنی چاہئیں ؟

میں نے بہت دیر تک آپ کی سامعہ خراشی کی جسکی معافی چاہتا ہوں ؟
نوٹ۔ پروفیسر قطرب نے یہ اسپچ کیم نومبر کو دی تھی۔ اُس وقت انہیں خیال بھی نہ تھا کہ مشتری کی گاؤ زوری انتقال سے پہلے ہی اس حق پر ۱۰۔ نومبر کو اجودہ میں تفض و دخل بخا صائدہ کرے گی ؟
(ملا علی)

تازہ واروات



لالہ خوش وقت رائے بقول خود حاجی صاحب کے ”قدیم مشتقائن“ میں ہیں، اور دریا باو طلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں۔ البصیر کی اشاعت کا اعلان اور حاجی صاحب کا بیان حلفی شدہ شدہ لالہ صاحب کے بھی گوش گزار ہو گیا۔ فوراً ایک خط حاجی صاحب کے نام لکھ کر بہ نظر احتیاط بیرنگ روانہ کیا، اور لغافہ پر ”ضروری جواب طلب“ ساتھ ہی ڈاک خانہ والوں کو یہ ہدایت بھی لکھ دی کہ اگر یہ لغافہ گم ہوا تو سرکار بہادر کی آمدنی میں ایک آنہ کی کمی واقع ہوگی اور اپنی طرف سے باز پرس اور عدالتی چارہ جوئی کی دہکی اور صحیح پتہ پر نہ پہنچانے والے مکتوب الیہ کے علاوہ خطا کے کھولنے والے یا پڑھنے والے کے نام طلاق۔ غرض کہ سیرام پوری کا غذا خانہ ساز لغافہ سیدھی اور آڑی تحریروں سے دونوں طرف سیاہ تھا، پتہ بھی وہ طولانی تحریر کیا تھا جس کو حاجی صاحب نے اپنے بیان حلفی میں داخل کیا تھا۔ ڈاک والوں نے بالآخر تین دن کی جستجو اور تلاش کے بعد خط حاجی صاحب تک پہنچا ہی دیا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ جب پوسٹ میں نے بیرنگ محصول مانگا ہے تو حاجی صاحب کا عرصہ جس کو قدرت نے شے لطیف کی کمی کے معاوضہ میں آپ کو بافراط عطا کیا ہے حد سے دیا وہ بڑھ گیا تھا، اور قریب تھا کہ ڈاک والے سے اور آپ سے ہاتھ پائی ہو جاتی لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ اور ایک صاحب نے اپنے پاس سے محصول دیکر اس قضیہ کو ختم کر دیا۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا:-

جناب حاجی صاحب قدروان دوستان سلامت

بعداً وہاب مخلصانہ و کورنشابت نیازمندانہ کی گزارش خدمت فیصد رحبت

میں یہ ہے کہ اعلان و اشتہار بابت اجراء اخبار رسمی ”البصیر“، بروزن البشیر نیانہ

کی ترسہ گزرا از مدخوشی و مسرت حاصل شد۔ اگر برائے یک شب انجمن خیر متنا

منازل روزمرہ سے سبکدوشی حاصل کر کے رونقِ فرائے غریب خاندانوں کو عینِ روز
نوازی ہے *

فدوی لالہ خوش وقت رائے

از مقامِ دریا آباد ضلع بارہ بنگی

اس کے ساتھ دو اور چھوٹے چھوٹے پُرزے لکھے ہوئے تھے جن کی نقل یہ کہیں مل سکی *
حاجی صاحب کے پرانے تعلقات سے ہم کو بہت کم واقفیت ہے۔ اور یہ نہیں بتا سکتے کہ
لالہ صاحب سے کس حد تک اُن کو خلوص ہے، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ دوسرے روز جب ہم حاجی
صاحب سے ملنے گئے تو معلوم ہوا کہ رات کی ترین سے حاجی صاحب باہر تشریف لیکے، اور دو
تھریں اشاعت کیلئے ہمارے نام چھوڑ گئے ہیں۔ جن میں سے ایک نظم لالہ صاحب کی کہی ہوئی
ہے۔ اور دوسری انجمنِ تجاہلِ عامیانہ کی غیر معمولی جلسہ کی کارروائی ہے جو مسلم لیگ کی مناقشہ
کے بعد منعقد ہوا تھا *

منظم

از لالہ خوش وقت رائے صاحبِ المتخلص بہ دولہ، سابق خوش نویس نوکشدہ پریس

لکھنؤ۔ مقیم حال وطن، مالوت قصبہ دریا آباد ضلع بارہ بنگی ملک اودھ *



بھئی ہے فارسی ناپیاس انگریز خواناں	کر یا مقیمانک نہیں بکت وکاناں
بہ پاوٹے بہر کسندہ پسر سنج سر پوٹے	یہی پوشاک راج فوجی ہو گئی برونجاناں
غضبِ اینور کا دیکھو گے میں پردہ سے اندر	لالن بوکت ہیں ہم نہیں شہیرت مکاناں
حکین کے یہاں اب ریکناجی ہو گئی معدوم	کڑ پوشیدہ غنم کا پھر بن بیترساناں
نہ پوچھو حال کچھ یونیورسٹی کے زشت خوئی کا	پسر کو چک ہاروفیل ہو گیا امتحاناں
جو ہو دنیا مخالف تو نہیں غم بھکا کچھ لار	کہیں نکیل حاجی جی ہمار دشمناناں

حاشیہ پر نامہ صاحب نے ارزاہ وادھلی یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ۲۰ روز مرہ لائق ملاحظہ و قابل غور ہے،

خطابات (ملا علی کا تب بودھاموی کی قلم سے)



چونکہ نوروز عالم افروز (یکم جنوری ۱۳۳۵ء) کی آمد قریب ہے جب کہ ہمارے استاذ گنجانہ دوست سے مستحقین و محتاجین نام و نود کو خطابات کے حصہ تقسیم ہو گئے اس لئے خطابات کے متعلق بعض اہم امور پر غور کرنے کیلئے تجاہل عامیانہ کا ایک خاص جلسہ ۱۵ اردو ماہ کو وقت ظہر ۱۱ بجے آفتاب عالم تاب دودھروارا بھل میں منعقد ہوا نشست کا اختتام حسب اندام قنیم ارش بوریا کے بے ریا پر تھا۔ اگرچہ ورواۃ عادی رکھل جاسنے کی وجہ سے دوپہر کی سرور نہ ہو سکی اور تجاہل عامیانہ جیسی ضیاء پاش اور نور افکن جلسہ میں کسی وقت بھی رکشہ نہ آیا۔ بدست اندام قنیم مشعل بردار تجاہل عامیانہ اپنی دلاوری کا ثبوت دینے کیلئے چراغ بھانڈا لیا جس سے قنیم کا ہر مان جناب حاجی صاحب مع اپنے لم وشم اور لمحہ دشوار بکے رونق انخرا کے قلم سرور سے اور دوزانو بیٹھے ہی فرمانے لگے :-

کیا نام ہمارے ایک دوست کے یہاں ایک تقریب تھی جس کی وجہ سے آپ کو ہر وقت ہر وقت پڑا، جلنے سے ہماری طبیعت کیا نام کھلنے ہوئی اور کھلنے ہی پرستہ ہر وقت ہر وقت نام پڑا، فہذا ہم اپنی تقریر قلم بند نہ کر سکے اور جب قلم بند نہ کر سکتے تو کیا، اہم کوک زبان بیکھے کر لیتے۔ یہی جب کہ نہ سکے، تو یوں کیسے کر لیتے، اور جب یا نہیں تو اس وقت آپ کو کیا سنا میں غلبہ انداز ہم تقریر مطلق نہ کر سکتے۔ ایک اور بات بھی ہے جس کی وجہ سے کیا نام ہم تقریر نہیں کر سکتے وہ بد بردار زمانہ ماضی میں ہم نے اپنے ملک یا اپنے وطن یا اپنے محلہ یا اپنی لگاؤ یا اپنے گھر کے اور نیز گورنٹ (جس سے مراد کیا نام ہے) لائے، صاحب خواہ بخند لائے صاحب خواہ چھپنے لائے تھا

سے ہے، ایک شہر صاحب یا کلکٹر صاحب یا ڈپٹی صاحب یا تحصیلدار صاحب یا پٹواری یا چوہدری صاحب کی اونٹنیوں پر بٹالوں یا بڑی الوں یا کچے الوں یا پٹواریوں کی کبھی چلتا ہوا گھوڑا کوئی ایسی خدمت ہرگز نہیں کی جس کی قیمت میں ہمیں کوئی چھوٹا بڑا یا بھولا خطاب ملا ہو۔ اس جلسہ کے صدر ہونے کے کیا ہم حیثیت سے آج کل جو خدمت کر رہے بعض حضرات اسے بھی کسی خطاب کی قیمت نہیں سمجھتے۔ ظہرانہ حال میں بھی یہ کسی خطاب کے ملنے کا کھٹکا نہیں دیا، آئندہ میں اسکا تو ہمیں مطلق خوف نہیں ہے کیونکہ کسی عقلمند کا شعر ہے۔

مترس اندھانے کہ شب در میان ست

اندھریں حالات ہیں آج کے جلسہ میں جو خطابات کے متعلق مشورہ کرنے کو منعقد کیا گیا ہے۔ کوئی تقریر کرنی نہیں ہے۔ ان یکم جنوری ۱۹۴۷ء کے گزٹ میں ہمیں کوئی خطاب مل گیا تو ہم گزٹ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ایک لمبی چوڑی تقریر کرینگے جس میں عہدہ داران سرکاری کی تعریف میں شہری قصیدہ سنائیگی۔ نظر بحالات موجودہ ہم حکم دیتے ہیں کہ کارروائی جلسہ فوراً شروع ہو، حاجی صاحب کی تقریر (جسے صاحب موصوف تقریر ہی نہیں مانتے) ختم ہوتے ہی شہرہ ہائے ہولند ہوا۔ اس کے بعد جلسہ کے ایک مقتدر ممبر شمس العلماء خان بہاؤنشی جنٹلمن نے ذیل کا رزلویشن پیش کیا:۔

”و چونکہ دیسی خطابوں کی حالت بہ اعتبار کیفیت و کیت محتاج ترمیم ہے۔ لہذا یہ جلسہ مصطفیان خطابات کی خدمت عالی میں بحال ادب بلقی ہے کہ اس اہم معاملہ پر سرعت ممکنہ توجہ فرمائیں۔ اور جلسہ نہاکی تجاویز کو شرف قبول بخشیں تاکہ سال آئندہ کے نوروز کی تقریب پُر کا عمل درآمد ہو سکے۔“ اس رزلویشن کو پیش کرتے وقت خان بہاؤنشی نے فرمایا:۔

حضرات! اس جلسہ میں ہیئت سے خطاب واد صاحبان موجود ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جنہیں ابھی تک یہ سہولت نصیب نہیں ہوئی ہے کہ ہر نوروز اور سالگرہ کے موقع پر بحال رہیں۔ یہ سہولت اور موقع خطابات ہیں، بہت سے ایسے بھی ہیں جو ہر عازر و ناچار کو شرف بخشے

اپنے آپ کو مستحق خطاب بنا رہے ہیں، اور جن کے مساعی بہت جلد شکور ہو گئے (ہر طرف سے انتشار انتشار المذہب) ایسے ایسے حضرات کے سامنے اس نہایت اہم اور اشد زور و لیوشن کا پیش کرنا امید ہے کہ ناموزوں نہ ہوگا (ہر طرف سے نہیں نہیں) حضرات اگر نیری خطابات کیا بلحاظ نوعیت اور کیا باعتبار اہمیت ویسی خطابوں سے بہت نیا وہ ہیں۔ اسلئے ہماری خواہش ہرگز یہاں نہیں کہ ویسی خطابات کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے آج کل جب کہ دنیا تدریجی ترقی کر رہی ہے ضرور ہے کہ ہر چیز درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے گھٹی بڑھی رہے۔ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ بازار میں عینکیں ہر نمبر کی ہوتی ہیں، موزے ہر نمبر کے ہوتے ہیں، کارٹوس ہر نمبر کے ہوتے ہیں، جوتی ہر نمبر کی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی وجہ نہیں کہ خطابات کی جو عینکوں، موزوں، کارٹوسوں اور جوتوں سے بدرجہا معزز، بدرجہا قاین، بدرجہا قیمتی اور بدرجہا کارآمد ہیں، نمبر نہوا کریں۔ فرض کیجئے ایک رئیس حاکم کے سلام کو ہر مہینے چار دفعہ حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے رئیس آٹھ دفعہ حاضری دیتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں دونوں کو ایک ہی نمبر اور قسم کا خطاب ملے۔

ویسی خطابات کی موجودہ فہرست میں ایک اور خرابی ہے یعنی ہندوستان کی دو ”جلیل القدر“ قوموں کے خطابات میں نہایت درجہ عدم مساوات ہے جس کی وجہ سے ایک جلیل القدر قوم کی سخت دوشگینی ہوتی ہے۔ میں اس بھرے مجمع میں بلا خوف اہالیان خضیہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں عام شکایت ہے کہ اُن کی قومی اور تفریقی خطابات بمقابلہ اُن کے ہمسروہم دوش ہندوں کی بہت کم ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو فہرست خطابات :-

مسلمان خطابات	ہندو خطابات	مسلمان خطابات	ہندو خطابات
۱۔ جہا ناہہ بہادر	۴۔ دیوان بہادر	۲۔ نواب بہادر	۵۔ دیوان
۳۔ راجہ	۶۔ خان بہادر	۲۔ نواب	۶۔ ڈاؤ بہادر

مسلمان خطابات ہندو خطابات مسلمان خطابات ہندو خطابات

۱۔ ۷۔ رائے بہادر ۲۰۔ ۹۔ رائے صاحب

۴۔ خانصاحب ۸۔ رائے بہادر

فہرست بالا پر ایک نظر ملے گا کہ ہندو خطابات کے مقابلہ میں صرف چار مسلمان خطابات ہیں۔ اگر اس کے جواب میں وہی مردم شماری دہلی پرانی اور پینٹ و جیش کی جائے تو میں یہ کمال ادب یہ عرض کروں گا کہ جناب حاجی صاحب صدر انجمن جلسہ ہذا کی بلینج اور جلوس تشریح کے مطابق خطاب تو درہفت نہیں بلکہ کسی شے کی قیمت کے معاوضہ میں ملتا ہے چاہے وہ شے وفاداری ہو یا نمک حلائی، اور چاہے ایمان ہو یا ”ڈالی“ اب اگر بازاری خرید و فروخت پر بھی مردم شماری کے اعداد و شمار کا اثر پڑا تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ جب کہ ہندو گھاس والے کو گھاس کے ایک گٹھے کی قیمت تین آنہ ملتی ہے مسلمان گھاس والے کو اتنے ہی بڑے گٹھے کی قیمت ایک آنہ ملنی چاہئے، اور جب وہ یہ کہے کہ میرا مال اتنا ہے جتنا ہندو گھاس والے کا تو اسے سمجھا دیا جائے کہ ”چونکہ تمہاری آبادی ہندوستان میں ہندوؤں سے کم ہے لہذا تمہیں اسی نسبت سے قیمت دی جاتی ہے“۔ یہ منطق مسلمانوں پر کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ سخت و گراں ہے اس کے علاوہ ایک اور مصیبت ہے کہ ہندو اپنے نو خطابات کی تمنا اور بلا شرکت احد سے ملک ہیں، مگر مسلمانوں کے چار خطابوں میں چار شریک ہیں۔ شاید آپ لوگ باوجود مالک خطاب، مستحق خطاب اور مستحق خطاب ہونے کے اس کا مطلب نہ سمجھیں گے۔ لیجئے میں اپنے الفاظ کی شرح کرتا ہوں۔ ہندوؤں کے نو خطابوں میں سے ایک بھی نہیں جو کسی غیر ہندو کو دیا جاتا ہو، مگر مسلمان خطاب پارسوں، یہودیوں اور دیسی عیسائیوں کو بھی دے جاتے ہیں، اور انہیں اقرار کرتا ہوں کہ کسی موقع پر نہیں مگر صرف خطاب یابی کی غرض سے مسلمانوں میں داخلہ انب ہو کر علیہم علیہم کے مستحق ہوتی ہیں۔ بنار علیہ جلسہ ہذا سفارش کرتا ہے کہ دیسی خطابات کی ترتیب آئندہ سے باضافہ خطابات جدید اس طرح ہو۔

مسلمان خطابات ہندو خطابات مسلمان خطابات ہندو خطابات

- ۱ بیارنواب بہار ۱ بہاراجہ بہار ۷ خام بہار ۷ راسے بہار
- ۲ نواب بہار ۲ بہاراج بہار ۸ خاں صاحب ۸ راؤ صاحب
- ۳ نواب ۳ راجہ ۹ خام صاحب ۹ راسے صاحب
- ۴ فوجدار بہار ۴ دیوان بہار ۱۰ خاں ۱۰ راؤ

- ۵ فوجدار ۵ دیوان ۱۱ خاں ۱۱ راسے
- ۶ خان بہار ۶ راؤ بہار ۱۲ حاکم خاں ۱۲ راسے

(کیونکہ جناب اگر نمبر ۱۲ کے دونوں خطاب کسی کو لکھنے کی جائیں تو کیسا؟ تجاہل)

اس فہرست کے متعلق مجھے چند جملے عرض کر رہی ہیں (۱) نواب بہار اور راجہ بہار

باقی راجہ مساوی ہیں، بہار راجہ بہار ان دونوں سے بڑا ہوا ہے نیز راجہ بہار

درجہ ہے، چونکہ یہ کلمہ تنظیم و تقسیم ہے اس لئے فارسی میں اس کا ہم معنی یا قریب المعنی لفظ

درجہ ہے، جو نواب میں لگا دیا اور درجہ نواب بہار، و بہار راجہ بہار کے برابر ہو گیا۔

(۲) دیوان کے مقابلہ کا لفظ فوجدار ہی ہے، چنانچہ منہل کو حاکم دیوانی اور مجسٹریٹ کو حاکم

فوجدار ہی کہتے ہیں۔ ایسی حالت میں دیوان کے جوڑ کا لفظ فوجدار بہار جو مفرد اور مرکبہ، اہل

میں درج کیا گیا۔ (۳) راؤ بہار کے مقابلہ کا درجہ خاں بہار ہے، راسے بہار کے

مقابلہ کا خطاب اب تک مسلمانوں کیلئے نہ تھا، مگر راؤ اور راسے میں بوضوح ہے وہ صرف

آخر کے حرف میں ہے یعنی اول الذکر میں راؤ مجبوراً اور آخر میں راسے تختانی ہے، اس لئے خان

کے مقابلہ کا جو لفظ ہو اس میں بھی فرق صرف آخری ہی ہونا چاہئے۔ لہذا ایسا لفظ فوجدار

تجزیہ کیا گیا،

(۴) آخر میں ایک نہایت ہی عجیب و غریب خطاب بڑایا گیا ہے جسے خطابوں کی ونیاس حسب

تجزیہ لکھنا چاہئے۔ اس کا نمبر ۱۱ ہے اور یہ اس شخص کو محض بے غرض ہمت افزائی ملنا چاہئے

جو خطاب کا مستحق ہو مگر بجز اس کے اور کچھ نہ کر سکا، نہ کہ جیسے چاہئے صاحب کو نامہ

جو خطاب کا مستحق ہو مگر بجز اس کے اور کچھ نہ کر سکا، نہ کہ جیسے چاہئے صاحب کو نامہ

اجہم دوسرے قسم کے خطابیوں کا ذکر کرتے ہیں :-

اول شمس العلماء تک صریح اکیلا اور بجاورہ اہل پنجاب و واحد خطاب ہے دوسرے
آدم شمار فحول ثلاثہ پہلی بخانی بر ملا ہے لیکر میراں جی باواند تک ہر اس مسلمان کو جسے انہی سید ہی
تعارف ہو اور فقط تازہ بین اعجاز خزانہ ثلاثہ میں سے ہے جو بیت سے متوسط العلم مندرجہ گوٹ، مہارلوں
کو نہیں آتی، ملت اور شمس العلماء اس کے تحت نمبر کرنے چاہئیں، مثلاً جو عالم ارستو اور افلاطون
کے فلسفہ کے پیروں، ان کے آثار، اور جو برک تدرہ افی اگر رشت محض پنجاب، سرسیتی علم فن، کہنی
چاہے، اسے دور شمس العلماء سے دور تر، چار ہائی کہتے آدھامہ، نامتھیاں، کوستور، الہیاد، پڑھانا
آتا ہو، مگر سید، گوشت، باندہ سے یہ نہات، مخمیر، اور نا، یا اسے اسے اور خطاب دوسرے جہان، از
خانی میں نہایت فیر، میر، نا، یا اسے اسے اور خطاب دوسرے جہان، از

۱ شمس العلماء

۲ قمر العلماء

۳ نجم العلماء

۴ درۃ العلماء

۵ دیکر شمس العلماء

(لکھ تحقیقات تازہ کے لحاظ سے، اس پر کم تر وجہ کا خطاب برقیۃ العلماء میں، جو نا چلے)

تجہ اہل

تانیاً۔ اعلیٰ یونانی کو گوشت کی طرف سے اب تک جو خطاب با خدا مازق الملک، اور
شعار الملک کے مل چکے ہیں وہ بجائے خیر نہایت موزوں و مناسب ہیں، اور ان حضرات کو
سے ہر جو ان کے ہر طرح ان میں گر لیے بھی، نام کلب، یعنی پڑیاں ہی باندہنی جانتے ہیں یا اسے
عطائی ڈاکٹر حکیم الحکام میں جو طاعون اور دوسری وبائی امراض کے موقوفوں پر اپنی خدمات

پیش کرتے ہیں، اور گورنمنٹ کسی وجہ سے اُن کی قدر افزائی کرنی چاہتی ہے۔ ایسے لوگوں کو حاوق الملک اور شفا الملک تو ملنے سے رہے آخر اُن کی اشک ثقی کی طرح ہونی چاہئے۔ لہذا اس طبقہ کے لوگوں کو یہ خطابات ملنے چاہئیں:-

۱۔ حاوق الملک

۲۔ شفا الملک

۳۔ ودار الملک

۴۔ وار الملک

۵۔ وبار الملک

۶۔ بلار الملک

مثلاً:- ”سر“ کا انگریزی خطاب چونکہ بہت بڑا اور وسیع ہے لہذا گورنمنٹ بھارت میں ہندوستانیوں کے جن کی خدمات اس خطاب کا کافی صلہ و معاوضہ ہوں۔ معمولاً عام ہندوستانی کو دینے میں مضائقہ کرتی ہے جس اہل ہند کی حق تلفی ہے۔ اس لئے میں شفا وارش کرتا ہوں کہ جس طرح گورنمنٹ نے قیصر ہند کے تھے کیلئے سونے چاندی کی تفریق کئے کے لئے، گورنمنٹ کی تمیز کرو، اسی طرح سر سے نیچے درجہ کے دو اور خطاب بھی جاری فرمائے اور پوری فہرست یوں ہو

۱۔ سر

۲۔ شکم

۳۔ قدم

مثلاً یاوش نجیر مارے جلسہ تجاہل کے ممتاز سبب بلند خاں صاحب کو اُن کی وفاداری کے جلد میں گورنمنٹ خطاب دینا چاہئے، لیکن اُن کی خدمات کو ”سر“ کے لائق نہ سمجھے تو ”شکم“ یا ”قدم“ کا خطاب عطا فرمائے، اور وہ ”شکم بلند خاں“ یا ”قدم بلند خاں“ ہو جائیں (جلسہ میں ہر طرف آئین۔ آئین کا شور بلند ہوا، اس آئین بالجہ کو سسکا کالم دین جنفی کو غصہ آگیا، مگر اس

اپنی شدید خفیت ورجہ میں شامل ہیں *

(ج) کھڑا رکھنا جس میں وجوب یا سہ میں یا تپائی پر یا وپوار کی طرف نہ کر کے تھوڑی دیر یا بہت دیر تک جس کی مقدار و گھنٹہ سے زیادہ ہو کھڑا رکھنا شامل ہے *

(د) ملامت کرنا جس میں ایسے الفاظ کہنا شامل ہیں جو دائرہ تہذیب و انسانیت و تقاہت کے باہر نہ ہوں، یا جو محاورات و مصطلحات زبان کے اعتبار سے اہل زبان کے نزدیک کمال باہر نہ ہوں *

جن حضرات کے خان، خام، ماراؤ، رائے، کے خطابات ہیں، انہیں بمشرٹ خام کا ورجہ عطا کیا جاتے *

(۶) ہر گاہ یہ قرین مصیحت نہیں ہے کہ ان حضرات کو تنبیہ مسخ (خانے ہمہ) یا (بیانے مہل) کا خطاب دیا جائے اس وقت تک کوئی اختیار عطا کیا جائے جب تک وہ کسی اعلیٰ درجہ پر ترقی نہ کر لیں۔ لہذا ان کے لئے کسی اختیار کی سفارش نہیں کی جاتی *

خاصاً صرف شمس العلماء کا خطاب پانے والے حضرات کو اب تک مبلغ ایک سو روپیہ سالانہ مرحمت فرمائے جاتے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ پوری تہرست عطا کیا جائے کہ پوری تہرست عطا کیا جائے۔

فین ہوا۔

۱۔ شمس العلماء ایک سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ آٹھ سو روپیہ پانچ آنہ چار پائی ماہوار ہونگے

۲۔ قمر العلماء پچھتر سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ چھ سو روپیہ چار آنہ ماہوار ہونگے۔

۳۔ نجم العلماء۔ ساٹھ سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ پانچ سو روپیہ ماہوار ہونگے۔

۴۔ نور العلماء۔ اڑتالیس سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ چار سو روپیہ ماہوار ہونگے۔

۵۔ امیر طیس العلماء۔ چوبیس سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ دو سو روپیہ ماہوار ہونگے۔

ساداً جب بڑے خطابات میں خطاب دار کو خلعت ملتا ہے تو چھوٹے خطا۔ میں

ایسی نسبت سے کوئی اور پارچہ پوشیدنی جو بڑے خطاب سے باعتبار جہاںست و نہیت کم ہو ملنا

چاہئے۔ مثلاً شمس العلماء کو چونکہ عبادتی ہے، قمر العلماء کو کوٹ لٹا چاہئے۔ نجم العلماء کو واسکوٹ
 ذرۃ العلماء کو قیص، اور میٹر طیس العلماء کو حاکمی بنیان۔ اس طرح بسیار نواب بہادر اور مہاراجہ
 بہادر سے لیکر خانے مجھ اور راکے جہنہ تک پارچہ پوشیدہ کی تعیین و تخصیص ہو جائے۔
 سابعاً۔ جو حضرات مسلمانوں اور ہندوؤں کے یکساں خیر طلب یا ان دونوں قوموں
 تعلق رکھنے والے یا ہندو مسلم اتفاق میں جانفشانی سے کوشش کرنے والے ہیں انہیں دونوں
 خطابوں کا مجموعہ لٹا چاہئے۔ مثلاً بسیار نواب راجہ، فوجدار و جوان، خام راکے، وغیرہ حضرات
 میں نے آپ کا بہت وقت صرف کیا، مگر مجھے امید ہے کہ اہمیت موجب پر لیا ظفر اکو آپ میرے
 سبب خراشی کو معاف فرمائیے۔

اس رزولوشن کی تائید شمس العلماء خان بہادر الہی طبر، اور خان صاحب چودھری جند
 نے نہایت ضرور الفاظ میں کی۔ اور اتفاق آرا یہ طے ہوا کہ نفع رزولوشن مع تجاویز پیش کروہ
 شمس العلماء خان بہادر نشی جنس انڈین بکٹ احمدہ داران متعلقہ روانہ کی جائے۔ راجہ رام پینے
 استدعا کی جائے کہ وہ اپنی بہترین انگریزی میں تجاویز پیش شدہ بذریعہ چٹھی انگریزی روانہ
 فرما دیں۔

گلیم سدرت کے شکریہ سے بعد جلسہ منتشر ہو گیا۔ فقط

ملا علی کاتب

گشتی چھپوں کا مسودہ

کیا نام، اگر آئنگے زمانہ میں سولوی لوگ و غلط میں مسجد کہا کرتے تھے کیا معنی کہ مسجد میں
 و غلط کہتے تھے۔ اس سے لوگوں کو نصیحت ہوتی تھی۔ اس کے بعد پادریوں نے جوڑ ہوں پر
 مناویں کرتے تھے۔ بہت لوگ عیسائی ہو گئے پھر خلیفوں نے انگریزی رہا سبھی

دنیا شروع کیا جس پر اکثر نوک ہنستے اور تالیاں بجاتے ہیں۔ اریہ لوگ بھی انکو کسرتن کہتے ہیں،
 گر کیا، ہم کہ ہم ان سب کو گناہ سمجھتے ہیں اور ہم حاجی لوگ اپنے خیالات کا اظہار گشتی چٹھیوں
 کے ذریعہ سے کرتے ہیں جس کو صاحب لوگ سرکلر لٹر کہتے ہیں اور ہماری دیکھا دیکھی بعض
 حضرات سنہ لندن و لاہور و علیگڑھ کالج سے بھی گشتی خطوط شائع کئے ہیں اگر ان لوگوں کو گشتی
 چٹھی کہنے کا ڈھنگ نہیں، تا نا فائدہ ہم لوگوں کو بتائیں گے کہ گشتی چٹھی کیسے لکھی جاتی ہیں اور کہاں
 کہاں اس کو چھپوا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ ہوا۔

گشتی چٹھی

بنام جلیلہ اراکین انجمن تجاہل عالمیانہ و واقف کاران صیغہ راز و ممبران میونسپل بورڈ و
 ڈسٹرکٹ بورڈ بورڈ آف ریونیو پارلیمنٹ و دیگر مجالس ہائے سرکاری و غیر سرکاری منسل جمہوریت
 کامرس و باؤس آف لارڈز پبلک سروس کمیشن جہاں منسٹر کو کھلے لوگوں کا اظہارِ رائے تھے اور بیج
 کرتے تھے و مشنناغ جرمنی و ڈوماسے روس و ایجنٹیشن کانفرنس جس کو صاحبزادہ آفتاب احمد
 خاں چلستے اور رپورٹ تیار کرتے ہیں و لندن سلم لیگ و مسٹر امیر علی و سر آغا خاں جو چھپ
 سینے جنوبی افریقہ میں رہیں گے جہاں قانون تار کا کن وٹن یعنی تین پونڈ والا ٹیکس لیا جاتا ہوا
 و رچ میڈ جنوبی امریکہ میں رہیں گے جس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، اوو گیر مجالس ہائے سکا
 وٹسیمی و تجارتی وغیرہ جو دنیا کے پرے پرے موجود ہوں و جمیع ساکنان و یہاں قریات و
 مقبضات و شہرات و اضلاع و صوبجات متحدہ اگر و اوو جہاں ہندو اور مسلمانوں میں آج
 کل فساد چورس ہے۔ اور ابھی اور ہونگے و اربابِ حل و عقد و جماعت حزب الاحرار جس کو
 نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی و حزب اللہ و انجمن خدامِ حق پر مصداق شعرا بہ مدرسہ کہ بہ دقوی
 و سنگا کی طرف سے سیدتی قرار دی جاتی والی ہے و حضرات قدامت پسند و جدت پسند و
 عندہاں سینہ و نہتاں سپر و فیریتیں نرم و گرم و جلیلہ ساکنان عالم غامبی و بھلی و عالم مثال و عالم

برزخ و عالم سنواں جو ہر پختہ ہمدرد اخبار میں چھپتا ہے و اقوام مہذب و نیم مہذب یعنی ہندوستانی اور ترکی ٹوپی پہنے والے مسلمانوں کی خدمت میں سلام علیک اور پرسان حال صابوں کو یاد جب۔

الاعلہ از انجا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات خفیہ و علانیہ بذریعہ مضامین و نامہ نگاری اخبارات، نیز باہمی گفت و شنید اور پرائیویٹ جلسوں میں وقتاً فوقتاً ایسی کبھی کبھی ہماری جاوید شکایت کروا کرتے ہیں۔ پس اندریں و لاہم آپ لوگوں کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ جو کوئی ہم کو اچھا کہے اس کو کہنے دو اور جو کوئی بُرا کہے تو سمجھ لو کہ جھوٹا ہے، اور اگر شکایت کرے تو ستراسر اس کی خطا ہے ورنہ قابل درگزر ہے۔ فلہذا یہ چند کلمے آپ لوگوں کی آگاہی کے لئے دلائل بدلائل منطقی و مبرہن پر براہین سامعہ لکھ دیئے ہیں تاکہ واقعات بالکل اندھیرے سے صاف اُبھاسے میں چلے آئیں اور افتراء و فریب دہستان بلکہ کذب کا بھی امکان باقی نہ رہے فقط۔ بش حاجی ملخ اعلیٰ

مکرر آنکہ اگر کوئی شخص اس کے بعد بھی نہ مانے اور ہماری شکایت عمداً حیثاً یا صرخاً یا کسی اور طریقہ سے کرے تو ہرگز یقین نہ کیجئے گا بلکہ ممکن ہو تو اس کو جھوٹا اور ہم کو سچا سمجھے گا والسلام۔ راقم بندہ محمد ملخ اعلیٰ عرف حاجی بخلول۔

مکرر آنکہ یہ ایک گشتی جھٹی ہمیشہ کے لئے کافی سمجھی جائے۔ بار بار کہنے کی ضرورت نہیں۔

کہ صلوا جو جب بارخوردند بس۔ تمت تمام شد

راقم آثم بندہ محمد ملخ اعلیٰ

المنیٰ بابی بخلول والشہرہ حاجی بخلول از مقام دریا باو ضلع بارہ بنگی بریکن لاہور خوش وقت رائے و دیگر احباب و یاران قدیم۔

جدید کشتابین

— ♦ —

اخبار ہمدرد میں علاوہ تجاہل عامیانہ کے اور کئی عنوان ایسے شائع ہوتے رہے ہیں جن کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی ہمیں ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اس لئے ہم نے مقصد کیا ہے ”نقد سخن“ کا ضروری انتخاب اور داستان ہاستان کا مفید حصہ اپنے انتخاب سے کرنا کی خدمت میں پیش کریں۔ یہ دونوں کتابیں زیر ترتیب ہیں اس لئے ہم ان کی ضخامت اور قیمت کے متعلق فی النہائی کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ البتہ اس امر کی اطلاع ضروری خیال کرتے ہیں کہ ”نقد سخن“ اور ”داستان ہاستان“ کے اُن قدرو انوں کو جو اپنا نام ان کتابوں کے شائع ہونے سے پہلے ہمارے یہاں ورج رجسٹر فرمائیے ہم خاص خاص روایتیں دے سکیں گے۔ ایک کارنو فوراً تحریر فرمانے کی تکلیف گوارہ فرمائیے ♦

منیجر محترم

کتاب پرنٹنگ - سہیلی

